تعمیرِ حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

مقبول احمد سلفی

ماہ رجب اور مسلمان

بہت سے ناواقف بھائی (اور بہنیں) رجب کی پہلی جمعرات کو بہت سی رسمیں بجالاتے ہیں، [illegible] میں بہت سی پوریاں پکا کر مٹھائی کے ساتھ ایک خاص مقام پر بیٹھ کر کھانا بڑا ثواب جانتے ہیں اور بعض [illegible] کرکے جلسہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ یہ ساری باتیں بعض انسانوں نے دوسری قوموں کی دیکھا دیکھی [illegible] ہے کوئی شے نہ خدا کی بتائی ہوئی ہے نہ اس کے رسول ﷺ کی اور نہ کسی صحابیؓ کی۔ بعض بزرگوں نے اس مہینہ میں چند نمازوں کا خاص ثواب لکھا ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک یہ رائے بھی صحیح نہیں لیکن اگر صحیح ہو تو بہر حال نماز ہی کی فضیلت رہی۔ باقی تیل، بتی، گھی، شکر، میدہ وغیرہ پر روپیہ پھینکنے کا حکم کسی مستند صوفی، کسی سچے فقیر، کسی صاحب دل نے بھی [illegible] مسلمان کا کام یہ ہے کہ بری رسموں سے دوسروں کو بچائے نہ یہ کہ دوسروں کی بری رسمیں خود اختیار کرے۔

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ

سالانہ زرتعاون -/250

۱۰ر جون ۲۰۱۱ء

فی شمارہ -/Rs.12

Postal Regd. No. LW/NP/63/2009TO2011
R. N. I. No. UP. Urd/2001/6071

Vol. No. 48 Issue No.14

Fortnightly
TAMEER-E-HAYAT
Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-07

Ph. Off. : 0522-2740406
Fax : 0522-2741221
E-mail : nadwa@sancharnet.in

25 May, 2011

Mobile: 09415786548
Mohd. Akram
Jewellers
Near Odeon Cinema, Lucknow

New
Ph: 2266786
Sana Jewellers
ثنا جویلرس
Riyaz Ahmad
Ghayas Ahmad
۳۰۱/۱۷ سرائے بانس، اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ-۳
301/17, Srai Bans
Akbari Gate, Chowk, Lucknow-3

Quba Enterprises
Demo Tent And Awning
DEMOTENT
قبا اوننگ
مینوفیکچررس
ٹیررس اوننگ - ونڈو اوننگ = ڈوم اوننگ
فکس اوننگ - لان اوننگ - ڈیموڈیینٹ
سل کراسنگ گوری بازار - سروجنی نگر کانپور روڈ - لکھنؤ
Tel : 0522-2817580 - 9335236026 - 9839095795

Md. Aslam : 9415002532
9335628375
Md. Imran : 9838122052
Md. Rehan : 786737094
Shop : 2613736 - 4048340
Res.: 2226177
Akbari Gate : 2268845
سونے چاندی کی دنیا میں ۷۵ سالہ دیرینہ نام
حاجی صفی اللہ جویلرس
ہمارا نیا شوروم
گڑبڑجھالہ کے سامنے امین آباد لکھنؤ پروپرائٹر: محمد اسلم
Branch : Nagina Market, Akbari Gate Lko. Mobile : 9839654567 - 9335913718
HAJI SAFIULLAH JEWELLERS
Opp: Gadbad Jhala Aminabad, Lucknow-18

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ
IZHARSON PERFUMERS
H.O. : Akbari Gate, Chowk, Lucknow
Tel : 0522-2255257 Mobile : +91-9415009102
Branch : C-5 Janpath Market, Hazratganj
Lucknow 226001 U.P. INDIA Cell 91-9415784932
E-mail : izharsonperfumers@yahoo.com

Designed By : Saleh Mahmood, Lko. Mobile : 8953394667 - 8687978740

Editor *Shamsul Haq Nadwi*, Printed & Published by *Athar Husain*
On behalf Majlis-e-Sahafat-wa-Nashriyat at Azad Printing Press Mahboob Building Nazirabad, Lko. Ph: 9415100085

پندرہ روزہ

تعمیرِ حیات

لکھنؤ

جلد نمبر ۴۸ | ۱۰ر جون ۲۰۱۱ء مطابق ۷ر رجب المرجب ۱۴۳۲ھ | شمارہ نمبر ۱۵

اِس شمارے مین

مقبول احمد ندوی

شعروادب	انہیں کے رنگ سے رنگ گل ہستی کی زینت ہے	اکبرالہ آبادی ۲
اداریہ	حق وانصاف کسی قوم وفرقہ کے لئے خاص نہیں	شمس الحق ندوی ۳
تاریخ اسلام	مسلمانوں کا دور قیادت	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ۵
اعجاز قرآنی	قصص قرآنی کا ادبی وتربیتی پہلو	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندویؒ ۹
زبان و ادب	ہم معنی الفاظ کے درمیان فرق	مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی ۱۳
اصلاح معاشرہ	بے پردگی کا سیلاب	مفتی محمد تقی عثمانی ۱۶
کتاب و سنت	قرآن مجید اور رسول ﷺ سے ہمارا تعلق کیسا ہو؟	مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی ۲۰
اسلامی اخلاق	ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم	ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی ۲۳
فقہ و فتاوی	سوال وجواب	مفتی محمد ظفر عالم ندوی ۲۶
تعارف و تبصرہ	رسید کتب	م۔ح۔ح ۲۲
خبر و نظر	عالم اسلام	جاوید اختر ندوی ۲۸
روداد سفر	حیدرآباد کے تین دن	محمود حسن حسنی ندوی ۲۸
اپیل	اہل خیر حضرات سے	..... ۳۲

زیر سرپرستی

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مولانا مفتی محمد ظہور ندوی

(نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

زیر نگرانی

مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی

(ناظر عام ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر مسئول

شمس الحق ندوی

نائب مدیر

محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

◆ مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی ◆ مولانا خالد ندوی غازی پوری

◆ امین الدین شجاع الدین

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayat

Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-226007

E-mail: nadwa@sancharnet.in, Ph: (0522) 2740406

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

سالانہ زرتعاون -/250 | فی شمارہ -/12 | ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک کے لئے 50$ ڈالر

ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پتہ پر روانہ کریں، چیک سے بھیجی جانے والی رقم قابل قبول نہ ہوگی۔ اس میں ادارہ کا نقصان ہوتا ہے۔ براہ کرم اس کا خیال رکھیں۔

آپ کے خریداری نمبر کے نیچے اگر لال لکیر ہے تو سمجھئے کہ آپ کا زرتعاون ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا جلد ہی زرتعاون ارسال کریں اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں۔ اگر موبائل یا فون نمبر ہو تو اپنے شہر کے کوڈ نمبر کے ساتھ لکھئے۔ (منیجر تعمیر حیات)

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے آزاد پرنٹنگ پریس، نظیر آباد، لکھنؤ سے طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ٹیگور مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

FLATS AVAILABLE FOR SALE

VAISHALI GREENS

2/3 BEDROOM FLATS

BOOKING OPEN

PROMOTED BY: F.M. BUILDERS & ASSOCIATES

COMMON FACILITIES:

GYMNASIUM, COMMUNITY HALL, GAME ROOM,

100% CAR PARKING & SUFFICIENT 2 WHEELER PARKING.

CENTRALLY LOCATED AT MAHANAGAR, LUCKNOW.

CONTACT NO. : 09415109522, 09415023694

شعروادب

انہیں کے رنگ سے رنگ گل ہستی کی زینت ہے

اکبرالہ آبادی

بمدح سرور کونین میں خامہ اٹھاتا ہوں ☆ خیال کفر کی ظلمت پہ اک بجلی گراتا ہوں
شب اوہام ہے شمع یقیں محفل میں لاتا ہوں ☆ چراغ طور ایمن کوہ معنیٰ پر جلاتا ہوں

الٰہی شوخی برق تجلی دہ زبانم را
قبول خاطرِ موسیٰ نگاہاں کن زبانم را

محمدؐ پیشوا و رہنمائے خلق و عالم ہیں ☆ معزز ہیں ،مقدس ہیں، معظم ہیں ،مکرم ہیں
فروغ محفل ہستی ہیں،نورِ عرشِ اعظم ہیں ☆ حبیب حق ہیں،ممدوحِ ملک ہیں، فخرآدم ہیں

انہیں کے رنگ سے رنگ گل ہستی کی زینت ہے
انہیں کی بوسے عطر آگیں بنی آدم کی طینت ہے

انہیں کے دل کو آگاہی ہوئی تھی رازِ فطرت پر ☆ انہیں کی طبع کو وجد آگیا تھا سازِ فطرت پر
وہی چشم خدا بیں محو تھی اندازِ فطرت پر ☆ انہیں کا ناز غالب آگیا تھا نازِ فطرت پر

وقائع ان کے عزم وفکر کے سانچے میں ڈھلتے تھے
ذرائع غیب سے تکمیل مقصد کو نکلتے تھے

وہ نظریں ساقی میخانۂ یزداں پرستی تھیں ☆ وہ آنکھیں مظہر انوار ،راز بزم ہستی تھیں
انہیں پر بدلیاں خالق کی رحمت کی برستی تھیں ☆ اسی محفل کی بخشش خلد کے پھولوں میں بستی تھیں

اسی سرکارؐ نے رتبہ بڑھایا طبع انساں کا
اسی دربار نے پہنایا خلعت نورایماں کا

☆☆☆☆☆

اداریہ

حق وانصاف کسی قوم وفرقہ کے لئے خاص نہیں

شمس الحق ندوی

یہ بات ہر خاص وعام جانتا ہے اور مشاہدہ کرتا ہے کہ دنیا جب سے قائم ہے، سورج اپنے وقت پر نکلتا ہے اور ڈوبتا ہے، دن ورات کا سلسلہ برابر جاری ہے، اس میں کبھی کوئی فرق نہیں آتا، دن جاتا ہے رات کا اندھیرا چھا جاتا ہے، سورج نکلتا ہے تو رات اپنی سیاہ چادر کو سمیٹ لیتی ہے، رات کے اندھیرے میں دنیا پر خاموشی چھا جاتی ہے، سورج نکلا نہیں کہ دنیا کی چہل پہل اور ہماہمی کا ہنگامہ شروع ہو جاتا ہے۔ چاند اپنے وقت ہی پر اپنی چاندنی پھیلاتا اور سمیٹتا ہے، سردی گرمی کا موسم اپنے وقت پر آتا ہے جاتا ہے، جب رات کا اندھیرا چھا جاتا ہے تو بے شمار ستارے نظر آنے لگتے ہیں، سورج جب طلوع ہوتا ہے تو غریب کے جھونپڑے اور امیر کے محل دونوں کو یکساں روشن کرتا ہے یہی حال دن رات اور چاند تاروں کا ہے۔

جس طرح اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جاسکتا ٹھیک اسی طرح حق وانصاف کا معاملہ ہے کہ وہ ہر ملک وقوم، کالے گورے، غلام وآقا، راجہ پرجا، امیر وغریب، حاکم ومحکوم سب کے لئے یکساں ہے۔ ایسا قطعاً نہیں کہ وزیر باتدبیر کے ساتھ تو انصاف کا معاملہ کیا جائے اور کمزور وپس ماندہ لوگوں کو اس کا مستحق نہ سمجھا جائے کہ وہ گرے پڑے لوگ ہیں، ان کو ان کے حق سے محروم رکھنا اور ظلم وناانصافی کا نشانہ بنانا کوئی غلط بات نہیں، ایک ترقی یافتہ قوم کمزور غیر ترقی یافتہ قوم کے ساتھ اپنے مفاد کے لئے جو برتاؤ بھی چاہے کرے یہ حق وانصاف کے خلاف نہیں ہر وہ شخص جو عقل سلیم سے محروم نہیں یا اس کے سینے میں انسان کے بجائے بھیڑیئے یا شیر بھالو کا دل نہیں رکھ دیا گیا، اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا کہ حق وانصاف ہر انسان کا پیدائشی حق ہے اس میں فرق مراتب نہیں رکھا گیا، سارے ہی انسان خدا کے بندے ہیں، آخری بات یہ ہے کہ انسانوں کا وہ گروہ بھی جو اس مالک کا باغی، منکر یا مشرک ہے جو دن رات کے نظام کو چلا رہا ہے، مالک نے اس گروہ تک کے لئے ظلم وناانصافی کو درست نہیں قرار دیا ہے چاہے وہ اس کے ماننے اور ایمان لانے والوں کے ساتھ عداوت و دشمنی ہی کیوں نہ رکھتے ہوں۔

چنانچہ وہ اپنے مومن بندوں کو ہدایت دیتا ہے کہ تم اپنے ان دشمنوں کے ساتھ بھی عدل وانصاف کا معاملہ کرو جنہوں نے تم کو ستایا ہے جن سے تمہاری دشمنی ہے۔ فرمایا: ﴿لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ﴾ [مائدہ /۸] (لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو، انصاف کیا کرو کہ یہی پرہیزگاری کی بات ہے)۔

اس لئے کہ اس نے انسانوں کے لئے جو قانون بنایا ہے وہ فطرت کے مطابق ہے، وہ بندوں کے مزاج وسرشت اور ضروریات سے خوب واقف ہے اور وہ کسی خاص فرقہ اور پارٹی کا نہیں وہ سب کا ہے اور سب کے لئے ہے۔ وہ تمام نفسانی اغراض سے پاک وبے نیاز ہے، اس کو اپنی ذات اور غرض کے لئے کچھ بھی نہیں چاہئے، وہ کائنات کے ذرہ ذرہ سے آگاہ اور گوشہ گوشہ سے باخبر ہے۔

بالکل اسی طرح جس طرح دنیا میں آسمان سے زمین تک اس نے تکوینی فرمان جس کو طبعی نظام کہا جاتا ہے، جاری کر رکھا ہے۔ بالکل اس نظام طبعی ہی کی طرح سے اس نے زمین پر بسنے والے اپنے بندوں کے لئے جو قانون بنایا ہے وہ سراسر عدل وانصاف پر قائم ہے اور وہ ایسا لطیف وحکیمانہ ہے کہ کسی بھی انسان کو اس کی قوت وصلاحیت سے زیادہ کا مکلف نہیں بنایا ہے اس لئے جب بھی جہاں بھی یہ نظام عدل وانصاف جاری ہوا ہے، شیر اور بکری کے ایک گھاٹ پر پانی پینے کی مثال صادق آئی ہے۔ اس کے برخلاف انسانوں نے جو قوانین حق وانصاف کے دعوے کے ساتھ بنائے ہیں یا بنا رہے ہیں، اس میں قومی، جماعتی، اور شخصی مفاد کارفرما ہوتا ہے انسانیت کے بجائے، ملک، قوم، جماعت اور پارٹی کے نقطۂ نگاہ کو سامنے رکھا جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ فلاح انسانیت اور حق وانصاف کے نام پر دنیا کا سب سے بڑا ادارہ اقوام متحدہ اسی کا شکار نظر آتا ہے جس کی حق پسندی اور انصاف کی ظالمانہ تفصیلات اخبارات میں آتی رہتی ہیں، اس کے قیام سے لے کر اب تک کوئی ایک مثال نہیں پیش کی جاسکتی، جہاں اس نے کمزوروں کے ساتھ انصاف کا معاملہ کیا ہو، اس کی حیثیت کمزوروں کے لئے طفل تسلی سے زیادہ نہیں جس کا برابر تجربہ ہوتا آرہا ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ وہ حق وانصاف کا گلا گھونٹنے کا ایک ادارہ ہے تو بے جانہ ہوگا، ہمارے آج کے جمہوری نظام میں کتنے قانون بنتے اور ٹوٹتے رہتے ہیں، برسر اقتدار آنے والی ہر پارٹی اپنے مفاد کے پیش نظر قانون بناتی ہے پھر جب اس کا زوال آتا ہے تو دوسری برسر اقتدار آنے والی پارٹی سابقہ قانون میں حذف وترمیم کرتی ہے۔

ایسی حالت میں کوئی مستحکم ومضبوط قانون کیسے بن سکتا ہے اور چوروں، اچکوں، غداروں اور ملک کے نظام کو درہم برہم کرنے والوں کو کس طرح قابو میں لایا جاسکتا ہے۔ بدامنی، خوف وخطر، قتل وخوں ریزی کی گرم بازاری کو کیونکر دور کیا جاسکتا ہے۔

ہم دیکھ رہے ہیں کہ عالمی پیمانہ پر سکون وراحت جس شئے کا نام ہے، وہ موجودہ متمدن دنیا سے بالکل عنقا ہوگئی ہے، ہر شخص غیر فطری، مصنوعی، ہر قید وبند سے آزاد زندگی کے تیز دھارے کے ساتھ بہا چلا جارہا ہے، تہذیب جدید کی چمک دمک نے ملاح کے ہاتھ سے پتوار چھین لی ہے، اب اس کشتی کو جس پر پوری انسانی برادری سوار ہے، اگر کوئی ہاتھ بچا سکتا ہے تو وہی ہے جس کے ہاتھ میں طبعی نظام کے چلانے والے مالک کے دیئے ہوئے ضابطۂ حیات کی پتوار ہو، جس میں کسی خاص ملک وقوم، حسب ونسب، اونچ نیچ، امیر وغریب، مرد وعورت کا فرق نہ رکھا گیا ہو، جس کو انسانوں کے خالق ومالک نے اس طرح کھول کر بیان کیا ہے:

﴿یَا أَیُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاکُمْ مِنْ ذَکَرٍ وَأُنْثَی وَجَعَلْنَاکُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاکُمْ﴾ (لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہاری قوم اور قبیلے بنائے ہیں تاکہ ایک دوسرے کی شناخت کرو (پہچانو) اور خدا کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار [اپنے مالک کے حکموں کو ماننے والا] ہو)۔

جس کی وضاحت زبان رسالت سے اس طرح کی گئی ہے: "یا أیها الناس ألا ان ربکم واحد وان أبا کم واحد، ألا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لأحمر علی أسود ولا لأسود علی أحمر الا بالتقویٰ"۔ اے لوگو! سن لو، تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے، سن لو! کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر اور کسی سرخ رنگ والے کو کسی سیاہ رنگ والے پر اور کسی سیاہ رنگ والے کو کسی سرخ رنگ والے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے مگر صرف تقویٰ کی بنیاد پر)۔

ہاں اگر کسی کو کسی پر عزت وشرف حاصل ہوسکتا ہے تو اس بنا پر کہ وہ اپنے مالک کے حکم ومرضی کا زیادہ پاس ولحاظ رکھنے والا ہے، اس خدائی قانون میں امریکہ کے گوروں اور افریقہ کے کالوں میں کوئی فرق نہیں کیا گیا۔ ہمارے ملک ہندوستان کے ذات پات کے بھید بھاؤ کا بھی کوئی فرق وامتیاز نہیں رکھا گیا ہے۔ اگر کسی کو کوئی شرف وامتیاز حاصل ہوسکتا ہے تو وہ ایمان وتقویٰ کی بنیاد پر جس کے حق وانصاف کا ترازو سب کے حقوق کو کانٹے کی تول تولتا ہے۔ یہ وہ مبنی برحق اصول ہے جو دنیا سے باطل کی ہر غلامی اور انسانوں کے ساتھ ہر ناانصافی کو مٹا کر رکھ دیتا ہے۔ اس میں شاہ وگدا، وزیر وفقیر، چینی وہندی، جرمنی وجاپانی، امریکی وافریقی کا کوئی فرق نہیں رکھا گیا ہے؛ لیکن ابلیسی نظام کا سکہ موجودہ دنیا پر جس طرح چل رہا ہے اس نے عالمی پیمانے پر انسانی آبادی کو زیروزبر کر رکھا ہے، ظلم وناانصافی اور پڑھے لکھے چوراچکوں کی تباہ کاریوں کا طوفان کہاں جاکر رکے گا، کچھ کہا نہیں جاسکتا ہے۔ اقبال مرحوم نے ابلیس کی مجلس شوریٰ کے ایک مشیر کے خیال اور آنے والے طوفان کو اس طرح ادا کیا ہے ؎

فتنۂ فردا کی ہیبت کا یہ عالم ہے کہ آج
کانپتے ہیں کوہ سار و مرغزار و جوئبار
میرے آقا! وہ جہاں زیر و زبر ہونے کو ہے
جس جہاں کا ہے فقط تیری سیادت پر مدار

☆☆☆☆☆

تاریخ اسلام

مسلمانوں کا دور قیادت

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

مسلمانوں کی قائدانہ خصوصیات

مسلمان میدان میں آئے، دنیا کی رہنمائی کی باگ انھوں نے اپنے ہاتھ میں لی اور ان بیمار قوموں کو رہنمائی کے اس منصب سے معزول کیا جس پر وہ قابض ہوگئی تھیں، اور جس کو انہوں نے کبھی صحیح طور پر استعمال نہیں کیا، مسلمانوں نے دنیا کے انسانوں کو اپنے ساتھ لے کر متوازن اور صحیح رفتار کے ساتھ صحیح منزل کی طرف بڑھنا شروع کیا، ان میں وہ تمام صفات جمع تھیں، جو ان کو قوموں کی رہنمائی کے منصب جلیل کا اہل ثابت کرتی تھیں اور ان کی نگرانی اور قیادت میں قوموں کی فلاح وسعادت کی ضمانت کرتی تھیں، یہ امتیازی صفات حسب ذیل ہیں:

(۱) ان کے پاس آسمانی کتاب اور الٰہی شریعت تھی، اس لیے ان کو قیاس اور اپنی طرف سے قانون سازی کی ضرورت نہیں تھی اور اس طرح وہ جہالت وناواقفیت، روز روز کے قانونی ردوبدل اور ترمیم، ہولناک غلطیوں اور مظالم سے محفوظ تھے، وہ اپنے سیاست ومعاملات میں اندھا دھند چلنے اور اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مارنے پر مجبور نہ تھے، ان کے پاس وحی اور شریعت الٰہی کی روشنی تھی جس کے سہارے وہ چلتے تھے، اور جس سے زندگی کی تمام راہیں اور اس کے موڑ ان کے لئے روشن تھے، ان کا ہر قدم روشنی میں پڑتا تھا، اور منزل مقصود ان کو صاف نظر آتی تھی:

﴿أَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَأَحْیَیْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا یَمْشِی بِهِ فِی النَّاسِ کَمَنْ مَثَلُهُ فِی الظُّلُمَاتِ لَیْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا [الانعام/ ۱۲۲]﴾ (کیا وہ جو پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اس میں جان ڈالی اور اس کو ایک روشنی عطا فرمائی جس کی مدد سے وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے کیا وہ اس جیسا ہوسکتا ہے جس کا حال یہ ہے کہ اندھیروں میں گھرا پڑا ہے وہاں سے نکل نہیں سکتا)۔

ان کے پاس الٰہی قانون تھا جس کے مطابق وہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرتے تھے، وہ حق وانصاف کے علم بردار بنائے گئے تھے، اور ان کو سخت سے سخت اشتعال وبرہمی اور عداوت وبیزاری کی حالت میں بھی انصاف اور صداقت کا دامن ہاتھ سے چھوڑنے اور نفس کا انتقام لینے کی اجازت نہیں دی گئی تھی:

﴿یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا کُونُوا قَوَّامِینَ لِلّٰهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَی أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَی وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ خَبِیرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾ [المائدہ/ ۸] (مسلمانو! خدا واسطے انصاف کے ساتھ گواہی دینے کو آمادہ ہو اور کسی قوم کی دشمنی جس کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو، عدل کرو یہی بات زیادہ نزدیک ہے تقویٰ سے اور ڈرتے رہو اللہ سے اس کو خوب خبر ہے جو تم کرتے ہو)۔

(۲) وہ حکومت وقیادت کے منصب پر مستحکم اخلاقی تربیت اور مکمل تہذیب نفس کے بعد فائز ہوئے تھے، انھوں نے دنیا کی عام حکمراں قوموں اور اہل حکومت کی طرح اپنے تمام اخلاقی عیوب ونقائص کے ساتھ پستی سے بلندی کی طرف جست نہیں لگائی تھی بلکہ ایک طویل عرصہ تک وحی الٰہی ان کی اصلاح اور تربیت کرتی رہی تھی اور سالہا سال وہ رسول ﷺ کی کامل نگرانی اور تعلیم میں رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا تزکیہ فرماتے رہے، ان کی مکمل تربیت فرمائی، زہد وورع کی زندگی کا عادی بنایا، عفت وامانت، ایثار وقربانی، خوف خدا کا ان کو خوگر کیا، حکومت ومناصب کی حرص وطمع ان کے دل سے بالکل نکال دی، آپ ﷺ کا ارشاد تھا کہ بخدا ہم کوئی عہدہ کسی ایسے شخص کے سپرد نہیں کریں گے جس نے اس کی فرمائش کی یا جس کو اس کی خواہش ہے ان کے دل بالکل صاف ہوگئے تھے، ان کے کانوں میں رات دن قرآن مجید کے یہ الفاظ پڑتے رہتے تھے: ﴿تِلْکَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِینَ لَا یُرِیدُونَ عُلُوًّا فِی الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِینَ﴾ [القصص/ ۸۳] (یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کو عطا کریں گے جو دنیا میں اپنی بڑائی نہیں چاہتے اور فساد کے خواہاں نہیں اور انجام بخیر پرہیزگاروں ہی کا ہے)۔

اس لئے وہ حکومت کے عہدوں اور منصبوں پر پروانہ وار نہیں گرتے تھے، بلکہ وہ اس کے قبول کرنے سے گریز کرتے تھے اور ان کی ذمہ داریوں سے لرزہ براندام ہوجاتے تھے، ان میں سے ہر ایک پیچھے ہٹتا تھا، اور اپنے کو اس بار کا

سزاوار نہیں سمجھتا تھا چہ جائے کہ وہ اپنا نام حکومت کے لئے پیش کریں، اپنے منہ سے تعریف کریں اور اپنی ذات کے لئے پروپیگنڈا کریں پھر جب وہ کسی ذمہ داری کو اپنے ہاتھ میں لے لیتے تو اس کو مال غنیمت یا قمرۂ تر نہ سمجھتے بلکہ اس کو اپنے ذمہ ایک امانت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش سمجھتے اور یقین رکھتے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ان کو حاضر ہونا ہے، اور ہر چھوٹی بڑی چیز کا جواب دینا ہے، وہ یہ آیت ہمیشہ پیش نظر رکھتے: ﴿اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ﴾ [النساء/۵۸] (مسلمانو! اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کو پہونچادو اور جب فیصلہ کرنے لگو لوگوں میں تو فیصلہ کرو انصاف سے)۔

نیز یہ ارشاد: ﴿وَھُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَکُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَکُمْ فِیْ مَآ اٰتٰکُمْ اِنَّ رَبَّکَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ وَاِنَّہٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ [الأنعام/۱۶۵] (اور اسی نے تم کو زمین میں نائب کیا ہے اور تم میں ایک کے ایک پر درجے بلند کئے تاکہ جو نعمتیں تم کو دی ہیں، ان میں تمہاری آزمائش کرلے، بیشک تمہارا پروردگار جلد سزا دینے والا اور وہی بخشنے والا مہربان ہے)۔

وہ کسی قوم کے خدمت گزار اور کسی نسل و وطن کے نمائندے نہ تھے جن کے پیش نظر محض اس کی خوشحالی اور ترقی ہو اور جو اس کی برتری اور تمام اقوام وادوطان پر اس کی سیادت کے قائل ہوں اور یہ عقیدہ رکھتے ہوں کہ ان کی قوم تنہا حکومت کرنے کے لئے اور باقی تمام قومیں اس کی محکوم بننے کے لئے پیدا کی گئی ہیں، وہ عرب سے اس لئے نہیں نکلے تھے کہ دنیا میں عربی شہنشاہی کی بنیاد ڈالیں اور اس کے زیر سایہ راحت وعشرت کی زندگی گزاریں اور اس کے زیر حمایت دوسروں پر فخر وتکبر کریں نہ اس لئے کہ لوگوں کو رومیوں اور ایرانیوں کی غلامی سے نکال کر عربوں کی اور اپنی غلامی میں داخل کرلیں، وہ صرف اس لیے نکلے تھے کہ وہ بندگان خدا کو اپنے جیسے تمام بندوں کی بندگی سے نکال کر صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ کی بندگی میں داخل کریں، مسلمانوں کے سفیر ربعی بن عامرؓ نے یزدگرد شاہ ایران کے بھرے دربار میں اسی حقیقت کا اعلان کیا، انھوں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس لیے بھیجا ہے کہ لوگوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر ایک اللہ کی بندگی کی طرف دنیا کی تنگی سے رہائی دے کر اس کی وسعت کی طرف اور مذاہب کے ظلم وستم سے نجات دے کر اسلام کے عدل وانصاف میں لائیں''۔ (البدایہ والنہایہ، ابن کثیر) پس دنیا کی تمام قومیں اور تمام انسان ان کی نگاہ میں ایک حیثیت رکھتے تھے، اگر فرق تھا تو محض دین کا رسول ﷺ کے اس ارشاد پر ان کا پورا عمل تھا:

"الناس کلھم من آدم وآدم من تراب لافضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی الا بالتقوی"۔ (انسانوں کی ابتدا آدم سے ہے اور آدم کی خلقت مٹی سے، نہ کسی عرب کو کسی غیر عرب پر فضیلت ہے نہ کسی غیر عرب کو عرب پر سوائے تقوی کے)۔

﴿یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ﴾۔ [الحجرات/۱۳] (اے آدمیو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے بنایا اور تمہاری ذاتیں اور قبیلے رکھے تاکہ آپس کی پہچان ہو، اللہ تعالیٰ کے یہاں اسی کی عزت زیادہ ہے جو خدا ترسی اور تقوی میں بڑھا ہوا ہے)۔

حاکم مصر حضرت عمرو ابن العاص کے بیٹے نے ایک مصری کو ایک موقع پر کوڑا مارا اور اپنے باپ دادا پر فخر کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مصری کو ان سے بدلہ لینے کا حکم دیا اور عمرو بن العاص سے کہا: ''تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنالیا حالانکہ وہ اپنی ماں کے پیٹ سے آزاد پیدا ہوئے ہیں''۔ ان فاتحین اور حکمرانوں نے دین وعلم اور تہذیب کی بخشش میں کبھی بخل وتنگ دلی سے کام نہیں لیا اور حکومت واعزاز کے بارہ میں کبھی وطنیت اور رنگ ونسب کا لحاظ نہیں کیا، وہ ایک ابر کرم تھے، جو تمام عالم پر محیط تھا اور اس کا فیض سب کے لئے عام تھا، جو سارے عالم کو سیراب کرتا گیا اور زمین کے ہر حصہ نے اس کو دعائیں دیں اور مخلوقات نے اپنی اپنی استعداد اور قابلیت کے مطابق اس سے نفع اٹھایا۔

رہے اس سے محروم آبی نہ خاکی
ہری ہوگئی ساری کھیتی خدا کی

ان لوگوں کے زیر سایہ اور زیر حکومت دنیا کی تمام قوموں کی بلا اختلاف رنگ ووطن، دین وعلم اور تہذیب، حکومت میں اپنا پورا پورا حصہ لینے اور عربوں کے ساتھ دنیا کی تعمیر نو میں شریک ہونے کا پورا موقع ملا بلکہ ان کے بہت سے افراد بہت سی فضیلتوں میں عربوں سے سبقت لے گئے، اور ان میں ایسے ائمہ، فقہاء اور محدثین پیدا ہوئے جو خود عربوں کے سر کا تاج اور مسلمانوں کا سرمایہ فخر ہیں، ابن خلدون کے الفاظ ہیں: ''یہ ایک عجیب تاریخی حقیقت ہے کہ ملت اسلامیہ کے حاملین علم میں باستثناء چند اکثر

غیر عرب ہیں، کیا علوم شرعیہ میں اور کیا علوم عقلیہ میں اور اگر ان میں سے کوئی عربی النسب ہے تو وہ اپنی زبان، تربیت اور اساتذہ کے اعتبار سے عجمی ہے، باوجود اس کے کہ دین عربی ہے، اور اس کی شریعت لے کر جو پیغمبر آئے وہ بھی عرب ہی سے تعلق رکھتے تھے، بعد کی صدیوں میں بھی ان غیر عرب مسلمانوں میں ایسے قائد، حکمراں، وزراء، فضلاء، علما اور مشائخ پیدا ہوئے جو زمین کی زینت اور انسانیت کا گل سرسبد اور اپنی فضیلت، شرافت نفس، جوہر وقابلیت اور دینداری وعلم میں نوادر روزگار تھے، اور ان کی اتنی بڑی تعداد ہے کہ خدا کے سوا ان کا کوئی صحیح شمار نہیں کرسکتا۔

(۴) انسان مجموعہ ہے جسم وروح، قلب وعقل وجوارح کا، انسان حقیقی سعادت اور فلاح اس وقت تک حاصل نہیں کرسکتا اور انسانیت کو متوازن ترقی نہیں ہوسکتی جب تک کہ انسان کی یہ تمام قوتیں متناسب طور پر اس کے مرتبہ کے شایان شان نشوونما اور پرورش نہ پائیں، دنیا میں صالح تمدن کا اس وقت تک وجود نہیں ہوسکتا جب تک کہ ایک ایسا دینی، اخلاقی، عقلی، مادی ماحول نہ قائم ہوجائے جس میں انسان کیلئے بسہولت تمام اپنے کمال انسانی کو پہنچنا ممکن ہو اور تجربہ نے ثابت کردیا ہے کہ یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ زندگی کی رہنمائی اور تمدن کی جہاز رانی ان لوگوں کے ہاتھ میں نہ ہو جو روحانیت ومادیت دونوں کے قائل دینی واخلاقی زندگی کا نمونہ کامل وعقل سلیم اور علم صحیح سے متصف ہوں، اگر ان کے عقیدہ یا تربیت میں ذرا سا بھی رخنہ یا دھبہ ہوگا تو وہ ان کے قائم کردہ تمدن میں بہت پھیل جائے گا اور مختلف مظاہر اور صورتوں میں ظاہر ہوگا اگر کوئی ایسی جماعت غالب آگئی جو صرف مادیت کی پرستار، مادی لذتوں اور محسوس کی قائل اور معتقد ہے وہ اس زندگی کے علاوہ کسی اور زندگی پر اعتقاد نہیں رکھتی اور جو اس کے ماوراکسی اور حقیقت پر اس کا یقین نہیں تو اس کے مزاج، اس کے اصول اور میلانات کا اثر تمدن کی شکل وساخت پر پڑنا ناگزیر ہے، وہ تمدن اس کے مخصوص سانچہ میں ڈھل کر رہے گا اور اس پر اس کی چھاپ ہمیشہ باقی رہے گی، اس کا نتیجہ ہوگا کہ انسانیت کے بہت سے خانے بھر جائیں گے اور بہت سے خانے خالی رہ جائیں گے، اس تمدن کی نمود صرف اینٹ، پتھروں، کاغذ، کپڑے، لوہے اور سیسے میں ہوگی، جنگ کے میدان، عدالتیں، لہو ولعب کے مرکز اور عیش وعشرت کے حلقے اس کے مرکز ہوں گے اور وہاں وہ اپنی پوری بہار اور شباب پر ہوگا، باقی دل اور روح، لوگوں کے اخلاق، خانگی زندگی اور معاشرت، تعلقات باہمی اور معاملات اس کے حلقہ اثر سے خارج ہوں گے اور وہاں انسان حیوانات سے ممتاز نہ ہوگا، تمدن کی کیفیت اس جسم کی سی ہوگی، جس میں غیر طبعی فربہی طاری ہوتی ہے، جس کی وجہ سے وہ ظاہری نگاہ میں بڑا شاندار اور پرشکوہ معلوم ہوتا ہے لیکن اندرونی طور پر وہ بیسیوں امراض اور تکالیف کا شکار ہوتا ہے، اس کا قلب ضعیف اور ماؤف ہوتا ہے اور اس کی صحت نقطۂ اعتدال سے ہٹی ہوئی ہوتی ہے۔

اس کے برخلاف اگر ایسی جماعت غالب آجائے جو سرے سے مادیت کی منکر یا اس کی طرف سے بے پرواہ اور صرف روحانیت اور مابعد الطبیعیات حقائق کی قائل ہو اور اس کا رویہ زندگی کے بارہ میں مخالفانہ اور معاندانہ ہو تو تمدن کا شاداب پھول کمھلا جائے گا، انسانی قوتیں اور فطری صلاحیتیں ٹھٹھر جائیں گی، اس قیادت کے اثر سے لوگ صحراؤں اور غاروں کی زندگی کو شہری زندگی اور تجرد کو ازدواجی زندگی پر ترجیح دینے لگتے ہیں، خود آزادی اور جسمانی تعذیب مستحسن ہوجاتی ہے تاکہ جسم کا تسلط کمزور پڑجائے اور روح پاک وبے آمیز ہوجائے، لوگ موت کو زندگی پر ترجیح دیتے ہیں تاکہ مادیت کے پرشور اور پرتلاطم اقلیم سے نکل کر روحانیت کی پرسکون اور پرامن اقلیم میں پہونچ جائیں اور وہاں اپنی تکمیل کے مدارج حاصل کریں، اس لیے کہ ان کے عقیدہ میں اس عالم مادی میں انسانی تکمیل ممکن نہیں، اس کا طبعی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تمدن پر عالم نزع طاری ہوجاتا ہے، شہر ویرانے بننے لگتے ہیں اور زندگی کا شیرازہ بکھرنے لگتا ہے، چونکہ یہ اصول وعقائد فطرت انسانی سے برسر جنگ ہیں، اس لئے فطرت ان کے خلاف رد عمل کرکے بغاوت کرتی ہے، اور اس کا انتقام ایسی حیوانی مادیت سے لیتی ہے جس میں روحانیت واخلاق کے ساتھ کوئی رواداری نہیں برتی جاتی، اس انقلاب میں انسانیت کی جگہ ایک چوپایانہ زندگی یا درندگی یا مسخ شدہ انسانیت برسر ظہور ہوجاتی ہے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس رہبانی جماعت پر کوئی طاقتور مادی جماعت ہوتی ہے اور پہلی جماعت اپنی فطری کمزوری کی وجہ سے اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہوکر حملہ آور جماعت کے سامنے ہتھیار ڈال دیتی ہے یا رہبانی جماعت خود امور دنیاوی کے انصرام میں مشکلات محسوس کرکے مادیت اور اہل مادیت کی طرف مدد کا ہاتھ بڑھاتی ہے، اور تمام سیاسی امور ان کو سپرد کرکے خود عبادت اور مذہبی رسوم پر قانع

ہوجاتی ہے اور دین وسیاست کی تفریق وجود میں آتی ہے ،روحانیت واخلاق روز بروز بے اثر اور عملی زندگی سے بے دخل ہوتے چلے جاتے ہیں، یہاں تک کہ انسانی سوسائٹی ان کی گرفت سے بالکل آزاد ہوجاتی ہے، زندگی خالص مادہ پرستانہ بن کر رہ جاتی ہے اور دین واخلاق صرف ایک سایہ ہی سایہ بن کر یا ایک علمی نظریہ کے طور پر باقی رہ جاتے ہیں، دنیا کی کمتر جماعتیں (جنہوں نے بھی نوع انسان کی قیادت ورہنمائی کی ہے)، اس عیب سے خالی تھیں یا وہ مادہ پرست تھیں یا رہبانی، اس لئے انسانی تمدن اپنے اکثر عہد میں حیوانی مادیت اور رہبانی روحانیت کے درمیان جھولا جھولتا رہا، اور انسانوں کی کشتی حیات دوانتہائی سروں کے درمیان ہچکولے کھاتی رہی کبھی مادیت کا غلبہ ہوگیا اور کبھی روحانیت کا اعتدال وجامعیت بہت کم اس کو نصیب ہوئی۔

صحابہ کرامؓ کا امتیاز

صحابہ کرامؓ کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ دین واخلاق اور قوت وسیاست کے مکمل پیکر تھے، اوران کی منتشر صفات ان میں بیک وقت جمع تھیں، ان میں انسانیت کی اپنے تمام گوشوں، شعبوں اور محاسن کے ساتھ نمود تھی، اس اخلاقی اور اعلیٰ روحانی تربیت، اس عجیب وغریب اعتدال (جو انسانوں میں کمتر دیکھنے میں آتا ہے)، اس غیر معمولی جامعیت جس کی مثال تاریخ میں بہت کم ملتی ہے اور پھر مکمل مادی تیاری اور وسیع عقل کی بناپر ان کے لئے یہ ممکن تھا کہ وہ انسانی گروہوں کو ان کے اعلیٰ روحانی، اخلاقی ومادی مقصد وکمال تک پہونچاسکیں، چنانچہ ہم کو تاریخ میں خلافت راشدہ کے دور سے زیادہ ان تمام حیثیتوں سے مکمل اور کامیاب دور کا علم نہیں، اس دور میں روحانی واخلاقی، دینی وعلمی، روحانی وسائل وسامان انسان کامل اور صالح تمدن کے وجود میں لانے میں ایک دوسرے کے مددگار تھے اس حکومت میں جس کا شمار دنیا کی عظیم ترین حکومتوں میں تھا، اور ایسی سیاسی ومادی قوت کے ساتھ جو تمام معاصر قوتوں سے فائق وبرتر تھی، اعلیٰ اخلاقی نمونے معیار کا کام دیتے، اور اخلاقی تعلیمات زندگی اور نظام حکومت کے لئے میزان کا درجہ رکھتی تھیں، تجارت وصنعت کے ساتھ اخلاق اور فضیلت بھی اپنے پورے عروج پر تھی، فتوحات کی وسعت اور تمدن کی ترقی کے ساتھ اخلاق وروحانیت کی ترقی بھی جاری تھی، چنانچہ اسلامی حکومت کی غیر معمولی وسعت، آبادی کی انتہائی افزونی، عیش وعشرت کے وسائل واسباب اور تر غیبات کے باوجود جرائم وبداخلاقیوں کے واقعات بہت کم پیش آتے تھے، فرد کا دوسرے کے ساتھ اور فرد وجماعت کا باہمی تعلق حیرت انگیز طریقہ پر بہتر تھا، یہ ایک معیاری دور تھا، جس سے زیادہ ترقی یافتہ دور کا انسان خواب نہیں دیکھ سکا اور اس سے زیادہ مبارک وپر بہار زمانہ فرض نہیں کیا جاسکا۔

یہ نتیجہ تھا محض ان لوگوں کی سیرت کا جو حکومت کا کاروبار چلا رہے تھے، اور تمدن کے نگراں تھے اور ان کے عقیدہ، تربیت، طرز حکومت اور اصول سیاست کا، اس لیے کہ وہ جہاں اور جس حال میں ہوتے دین واخلاق کا اعلیٰ نمونہ تھے، وہ حکام کی حیثیت میں ہوتے یا معمولی کارکنوں کی، پولیس کی حیثیت میں ہوتے یا فوج کی، ہمیشہ محتاط وپاک دامن، دیانت دار، امانت شعار، خداترس اور منکسر مزاج پائے جاتے۔

ایک رومی سردار مسلمان فوجوں کی تعریف ان الفاظ میں کرتا ہے: ''رات کو تم ان کو عبادت گزار پاؤ گے، اور دن کو روزہ دار، عہد وفا کرتے ہیں، بھلائی کا حکم دیتے ہیں، برائی سے روکتے ہیں، اور آپس میں پورا انصاف ومساوات برتتے ہیں''۔

دوسرے کے الفاظ ہیں: ''وہ دن کو شہسوار ہوتے ہیں، رات کو عبادت گزار، اپنے مفتوحہ علاقہ میں بھی وہ قیمت دے کر کھاتے ہیں، سلام کر کے داخل ہوتے ہیں اور ایسا جم کر لڑتے ہیں کہ دشمن کا خاتمہ ہی کر دیتے ہیں''۔

ایک تیسرے شخص نے ان الفاظ میں تعریف کی: ''رات کو دیکھو گے تو معلوم ہوگا کہ ان کو دنیا سے کچھ تعلق نہیں، عبادت کے سوا کوئی کام نہیں اور دن کو گھوڑے کی پیٹھ پر اس طرح نظر آئیں گے کہ گویا یہی کام ہے، بڑے تیرانداز، بڑے نیزہ باز، خدا کی یاد میں اس طرح مشغول وتر زباں کہ ان کی مجلس میں کسی بات کا سننا مشکل ہوتا ہے''۔

اسی اخلاقی تربیت کا نتیجہ تھا کہ مدائن کی فتح میں کسریٰ کا مرصع تاج اور اس کا فرش بہار جو لاکھوں اشرفیوں کی مالیت کا تھا، فوج کے ہاتھ لگتا ہے لیکن کیا مجال کہ اس میں ذرا بھی تصرف کیا جائے، وہ قائد کے حوالہ کر دیتے ہیں اور قائد حضرت عمرؓ کو بھیج دیتے ہیں، وہ تعجب کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے اس کو حوالہ کر دیا اور حفاظت کے ساتھ پہونچایا ان کی امانت واقعی قابل تعریف ہے۔

☆☆☆☆☆

اعجاز قرآنی

قصص قرآنی کا ادبی وتربیتی پہلو

(خطبہ صدارت مذاکرہ علمی رابطہ ادب اسلامی)

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين محمد بن عبد الله الأمين، وعلى آله و صحبه أجمعين، أما بعد:

ہمارا یہ سیمینار رابطہ ادب اسلامی شعبہ شمال مشرقی ہندوستان کے زیر اہتمام قرآن مجید کے قصصی اسلوب و بیان کے موضوع پر منعقد ہورہا ہے، یہ سیمنار قرآن مجید کے اسلوب بیان اور اس کے معجزانہ عرض و وصف کے متنوع پہلوؤں میں سے ایک پہلو یعنی قرآن مجید کے حکایتی انداز بیان کو مطالعہ میں لاکر اس کی خصوصیات پر اصحاب علم ومطالعہ کا اپنا حاصل مطالعہ پیش کرنے پر ہے۔

ادب میں حکایتی اسلوب کو اپنا کر اس میں اچھے نمونے پیش کرنے کا سلسلہ اس زمانہ میں ادب کے مختلف مؤثر پہلوؤں کے درمیان اس پہلو کو پیش کرنے کو بڑی عمومیت حاصل ہوئی ہے، اور یہ پہلو نثری ادب کا اہم ترین اور بہت مقبول حصہ سمجھا جانے لگا ہے۔ قرآن مجید کا معجزانہ اسلوب بیان انسان کے مروجہ کلام کی طرح نہیں ہے کہ محض اس کی ادبی چاشنی سے انسان کا شوق پورا کیا جائے یا اس کی تاثراتی کیفیت محض اثر پذیری کے لئے اختیار کی جائے۔ قرآن مجید کا اسلوب بیان اپنا الگ انداز حسن وتاثیر اور مقصدیت رکھتا ہے، وہ دراصل انسانی رخ کو صحیح کرنے اور اس کی اعلیٰ رہنمائی کی ضرورت پورا کرتا ہے، اس میں یہ کیفیت رکھی گئی ہے کہ انسان وہ تاثر لے جو اس کی اصلاح کے مقصد کے لئے زیادہ سے زیادہ مؤثر ہو، لہٰذا اثر انگیز طریقہ بیان جو مقصد کلام کے لئے مفید ہو اس میں ملتا ہے اور اس میں تنوع ہے، جہاں جیسا موقع ہو وہاں ویسا اسلوب بیان ملتا ہے، چنانچہ اس مقصد کے تحت جو اصناف بیان آتے ہیں ان میں حکایتی وقصصی اسلوب اپنی خصوصیت رکھتا ہے، یہ انسان کے احساس وشعور میں طبعی انداز کا احساس وتاثر پیدا کر دیتا ہے کہ کہنے والا کہتا جائے اور سننے والا ہمہ تن گوش ہوکر سنتا جائے۔

مثلاً سورۂ عادیات کو دیکھئے، ﴿ والعاديات ضبحاً ☆ فالموريات قدحاً ☆ فالمغيرات صبحاً ☆ فأثرن به نقعاً ☆ فوسطن به جمعاً ☆ إن الإنسان لربه لكنود ☆ و إنه على ذلك لشهيد ☆ و إنه لحب الخير لشديد ☆ أفلا يعلم إذا بعثر ما في القبور ☆ وحصل ما في الصدور ☆ إن ربهم بهم يومئذ لخبير ☆﴾ اس میں عربوں کی جنگ وجدال اور میدانی لڑائی کا جو شغل اور شوق وذوق رہا تھا، اس کے پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے میدان جنگ میں گھوڑوں کے تیزی سے دوڑنے اور پتھر پر ان کی ٹھوکروں سے چنگاریاں اڑنے اور ان کے منہ سے لعاب دہن بھر آنے کا تذکرہ کیا، پھر ان گھوڑوں پر تیزی کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے دشمن کی صفوں میں گھسنے کا تذکرہ ملتا ہے، جس سے ان عربوں کے جنگ میں دلچسپی رکھنے کی بناء پر کان کھڑے ہوجاتے ہیں اور ان کی طبیعتوں کے شوق وذوق میں تلاطم برپا ہوجاتا ہے، اور وہ مخاطب کرنے والے کی طرف ہمہ تن گوش ہوجاتے ہیں، پھر ایسا ہوتے ہی ان سے بامقصد بات شروع کر دی جاتی ہے، اور وہ بات انسان کی نفسیات کے حوالہ سے شروع ہوتی ہے کہ اللہ نے تو انسان کے لئے ایسی دلچسپی کے سامان مہیا کئے ہیں، اور انسان اپنے رب کا بیحد ناشکرا بنا ہوا ہے، اور اپنی اس حالت سے اچھی طرح واقف ہے، اور کھلی حقیقت یہ ہے کہ وہ فائدہ کا بیحد شوق رکھتا ہے، کیا وہ یہ نہیں جانتا کہ جب قبروں سے مردے نکالے جائیں گے، اور پھر ان کے دلوں میں جو کچھ اچھے برے اعمال ہیں ظاہر کر دیئے جائیں گے، اس وقت اللہ تعالیٰ ان سے اپنی واقفیت کی بنیاد پر معاملہ کریگا، اس طرح پہلے مخاطب کو اس کی پسند کی بات سنائی گئی، اور اس انداز میں سنائی گئی کہ وہ ہمہ تن گوش ہوگیا پھر اس کو جھٹکا دیا گیا کہ یہ زندگی محض شوق وپسند کو پورا کرنے کیلئے نہیں ہے بلکہ انسانوں کیلئے جو اعلیٰ کردار مقرر کیا گیا ہے اس کو عمل میں لانے کیلئے ہے، اور وہ عمل میں لانا صرف دکھاوے کا نہیں ہوگا، بلکہ جس طرح کیا ہوگا اسی کے مطابق اس کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا۔

قرآن کے اس اسلوب بیان کا مطالعہ کیا جائے تو بے شمار نمونے جو اپنا الگ الگ متنوع انداز رکھتے ہیں وہ دیکھنے کو ملیں گے، انسانوں کی ادبی کوششوں میں اس ادبی پہلو کو انسانوں کے خود فرض کردہ واقعات کو مؤثر ڈھنگ سے قارئین تک پہونچانے کا ذریعہ بنایا جاتا ہے، اس انسانی ادب میں واقعات ایسے انداز سے پیش کئے جاتے ہیں کہ زندگی کے واقعات کے حساس

پہلوؤں کا عکس سامنے آجاتا ہے، البتہ مقصدی لحاظ سے انسانی ادب کی اس صنف کلام میں زندگی کے واقعات کی صرف تصویر کشی مقصود ہوتی ہے، اس میں اعلیٰ اور معیاری مقصد نہیں ہوتا بلکہ واقعات کا صرف حساس پہلو پیش کر دیا جاتا ہے، لیکن قرآن مجید میں اس صنف کی شکل میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اور جو کچھ پیش کیا گیا ہے وہ بڑا با مقصد ہے، اور اس میں کئی طرح کے پہلو ہوتے ہیں، ان میں ایک پہلو یہ ملتا ہے کہ واقعات کے بیان کرنے میں حسب موقع واقعات کی بعض کڑیاں چھوڑ دی جاتی ہیں، لیکن وہ اس طرح چھوڑی جاتی ہیں کہ اس کے چھوڑنے سے واقعہ بیانی پر اثر نہیں پڑتا اور واقعہ کے سمجھنے میں کوئی خلاء بھی محسوس نہیں ہوتا، اور انسانی ذہن کو اس کے سلسلہ میں کسی کمی یا دشواری کا احساس بھی نہیں ہوتا، اور یہ اسی طرح ہوتا ہے کہ جیسے دو انسانوں کی بالمشافہ گفتگو میں بعض کڑیاں ایسی چھوڑ دی جاتی ہیں کہ ان کے چھوڑنے سے انسان کو مطلب کے سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی۔

مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے میں بادشاہ نے جب اپنا خواب بیان کیا، اور اس کی تعبیر اپنے درباریوں سے پوچھی، انہوں نے خوابوں کی تعبیر کے معاملہ میں اپنی ناواقفیت کا اظہار کیا، تو وہ شخص جو یوسف علیہ السلام کے ساتھ جیل میں رہا تھا اور اپنے خواب کی تعبیر حضرت یوسفؑ سے پوچھی تھی، اس نے بادشاہ کے درباریوں کو مشورہ دیا کہ یوسف ایک ایسے شخص ہیں کہ جن سے تعبیر پوچھی جاسکتی ہے، اس نے کہا کہ ﴿أرسلون﴾ مجھے بھیجو، قرآن میں اس کا یہ جملہ نقل کرتے ہوئے فوراً یہ بات کہی کہ ﴿یوسف أیها الصدیق أفتنا﴾ اے سچے اور اچھے یوسف۔ ہمیں بتاؤ، ان دونوں جملوں کے درمیان کی کڑیوں کو حذف کر دیا گیا، وہ کڑیاں یہ ہوسکتی تھیں کہ اس نے جب درباریوں سے کہا کہ میں تم کو اس کی تعبیر کی خبر دوں گا مجھے بھیجو، ﴿أنا أنبئکم بتاویله فأرسلون﴾ اس کے یہ کہنے پر انہوں نے یوسفؑ کے پاس اس کو بھیجا، چنانچہ وہ حضرت یوسفؑ سے جیل میں جا کر ملا، اور ضروری تمہید کے بعد یہ کہا ﴿یوسف أیها الصدیق أفتنا﴾ اس طرح بیچ کی یہ کڑیاں جو "مجھے بھیجو" اور "اے اچھے اور سچے یوسف ہم کو خواب کا مطلب بتاؤ" کے درمیان ان کو چھوڑ دیا گیا کیوں کہ گفتگو کے درمیان ایسی کڑیاں خود سمجھ میں آجاتی ہیں، اور وہ عام طور پر بالمشافہ گفتگو کی صورت میں درمیان کلام میں چھوڑی جاسکتی ہیں۔

قرآن مجید میں ایسی کڑیاں جگہ جگہ حذف کی گئیں ہیں، اور جن کڑیوں کو نمایاں کیا جاتا ہے وہ خصوصی طور پر معنی خیز ہوتی ہیں، اور ان کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح کیا جاتا ہے جیسے انسانی گفتگو میں اچھے اور قابل فہم انداز میں کبھی مختصر کبھی مفصل بات کہی جاتی ہے، اور ان سے سمجھ میں آنے والی کیفیات کا پورا اندازہ ہوجاتا ہے، قرآن جن کڑیوں کو چھوڑ دیتا ہے وہ کلام کے سیاق وسباق کے لحاظ سے سمجھ میں آجاتی ہیں۔ درمیان کلام میں بعض کڑیوں کو چھوڑ دینا اس وقت ہوتا ہے جبکہ مخاطب سامنے ہوتا ہے اس کے چہرے بشرے سے اس کے مقصد کو سمجھنا آسان ہوتا ہے، لیکن واقعہ کے تسلسل سے ہٹ کر وہ گوشے جو کہ بات کرنے والے کے کلام میں موقع ومحل اور آواز کے اثرات سامنے ہونے کی صورت میں چھوڑ دیئے جاتے ہیں، بالمشافہ گفتگو کے نہ ہونے کی صورت میں ان کو چھوڑ دینا آسان نہیں ہوتا کیونکہ اس صورت میں کلام واضح نہیں ہوسکتا، لیکن قرآن میں جگہ جگہ اس کو نہایت واضح اور احسن طریقہ سے ادا کیا گیا ہے۔

اظہار کلام کے جو قصصی نمونے قرآن مجید کے مختلف حصوں میں ملتے ہیں ان سب میں موقع ومحل کے لحاظ سے مقصدیت کا لحاظ اچھے انداز سے باقاعدہ پایا جاتا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جو واقعات مؤثر قصصی اسلوب میں بیان کئے گئے ہیں ان میں مقصدیت نمایاں انداز میں دیکھی جاسکتی ہے، اور ان میں سے جن پہلوؤں کا تعلق مقصد سے نہیں ہے ان کو مجمل اور صرف رواں انداز میں بیان کیا گیا ہے، اور سیاق وسباق سے مطلب واضح ہوتا ہو تو ان پہلوؤں کو حذف کر دیا گیا ہے، حضرت موسیٰ کے واقعات کے بیان میں حضور ﷺ کے لئے تسکین کا سامان رکھا گیا ہے کہ کیسے خطروں سے گذر کر مضبوط بنے، اور نبوت کی مشکل ذمہ داری ملنے پر اس کا حق ادا کیا اور زبردست دشمن سے ایسا معاملہ کیا کہ اس کو مغلوب کر دیا، اسی طرح سورہ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ ایسے قصصی انداز سے بیان کیا گیا کہ اس میں قصہ کی ادبی خصوصیات کے ساتھ انسانی زندگی کے وہ پہلو نمایاں کئے گئے جو اپنوں کی دشمنی کی مثالیں رکھتے ہیں، اور ان میں بے بسی اور لاچاری کے حالات سے گذر کر عزت وغلبہ کے مقام تک پہونچنے کی مثال سامنے آتی ہے، اس طرح حضور ﷺ کو اپنے خاندانی لوگوں سے جو دشمنی مل رہی تھی اس سورہ میں آپ کے لئے ان کے ذریعہ تسکین کا سامان مہیا کیا گیا ہے، اور قرآن مجید کے مخاطب کافر اور مسلمان دونوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ حالات کے ظاہری رخ کو نہ دیکھیں، غیب سے مشکلات کو آسانیوں سے بدل دیا جاتا ہے، اور حق پر جمنے اور برداشت کا ثبوت دینے والے کو کامیابی ملتی ہے، اس کو حضرت یوسف علیہ السلام نے عزت وکامیابی ملنے پر ظاہر کیا کہ ﴿انه من

یتق ویصبر فان اللّٰه لایضیع أجر المحسنین﴾ دونوں سابق نبیوں کے حالات زندگی جس طرح کی مشکلات سے بخیر وخوبی گذرنے میں ان حالات زندگی سے مشابہ تھے جس سے حضور ﷺ کو سابقہ پڑنے جارہا تھا۔

انکے حالات کو قصصی اسلوب میں بیان کرنا آپ کی تسکین ورہنمائی کا باعث بنا، اسی طرح ان دونوں کے پیش رو نبی حضرت ابراہیمؑ کے ایمانی واقعات کو بھی کئی جگہ قصصی انداز میں بیان کیا گیا جن سے اہل ایمان کے سامنے ایمان اور تسلیم ورضا کی اعلیٰ ترین مثال سامنے آئی، چنانچہ سورہ یوسف میں بیان کیا گیا ﴿لقد کان فی قصصهم عبرة لأولی الألباب﴾ اور ان واقعات کے پوری طرح مستند ہونے کے بارے میں فرمایا ﴿ماکان حدیثا یفتری ولکن تصدیق الذی بین یدیه وتفصیل کل شئی وهدی ورحمة لقوم یؤمنون﴾ اور سورہ کے شروع میں واقعہ بیان کرنے سے قبل فرمایا: ﴿نحن نقص علیك أحسن القصص بما أوحینا الیك هذا القران﴾ اور حضرت موسیٰ کے واقعے کے تذکرے کے بعد سورہ قصص میں فرمایا: ﴿وماکنت ثاویا فی أهل مدین تتلوا علیهم اٰیاتنا ولکنا کنا مرسلین﴾ اس طرح ان سب واقعات کو خواہ حضرت موسیٰؑ کے ہوں یا حضرت یوسفؑ کے یا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہوں، حضور ﷺ کے لئے باعث تقویت ہونے کے ساتھ آپ پر ایمان لانے والوں کے لئے بھی تا قیامت رہنمائی کا ذریعہ بنا دیا گیا، اور ان کو ایمان وتسلیم ورضا کے جذبہ وعمل کے لئے ذریعہ قوت وعزیمت بنایا گیا، اس کو قرآن کے بھر پور اثر انگیزی رکھنے والے اسلوب اور زبان میں ادا کیا گیا، قرآن مجید کا قصصی اسلوب اپنے تنوع اور اثر پذیری میں انسانی ادب کے لئے فنی طور پر بھی عظیم القدر رہنمائی رکھنے والا ہے، اس پر جتنی گہری نظر ڈالی جائے اس کے بحر سے قیمتی موتی اخذ کئے جاسکتے ہیں۔

اور پھر ایک بڑی خصوصیت قرآن کے قصصی اسلوب میں یہ ہے کہ ایک ہی واقعہ کو مختلف جگہوں پر مختلف انداز سے بیان کیا گیا ہے، اور تکرار کا مطلق احساس نہیں ہوتا قرآن مجید میں واقعہ کی تکرار جگہ جگہ ملتی ہے، لیکن وہ تکرار تکرار نہیں معلوم ہوتی، کیوں کہ کیفیات اور واقعہ کے اجزاء الگ الگ جگہ الگ الگ ہوتے ہیں، ایک جگہ ایک طرح کی کیفیت ملتی ہے، دوسری جگہ دوسری کیفیت ظاہر ہوتی ہیں۔ اس طریقہ سے تکرار تکرار نہیں رہتی، بلکہ اسکے ذریعے کلام متنوع خوبیوں کا حامل ہوجاتا ہے، حضرت موسیٰ کے واقعہ کا تذکرہ مختلف جگہوں پر کیا گیا ہے، کہیں بہت مختصر کہیں تفصیل کے ساتھ، اس میں بظاہر واقعہ کی تکرار ہے لیکن تکرار میں جگہوں کے لحاظ سے فرق ہے، خوبی کے بعض پہلو کسی ایک جگہ ملتے ہیں تو خوبی کے دوسرے پہلو دوسری جگہ ملتے ہیں۔

قرآن مجید کے قصصی اسلوب کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ جگہ جگہ بات چیت کا اسلوب مفصل اور بے تکلفانہ انداز کا ہے اور بعض جگہ اختصار اور فکر انگیز، مثلاً حضرت موسیٰ کو جب نبوت عطا کی جانے لگی تو ان کو نبوت کی اطلاع دینے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ان کو مخاطب کرنے کا جو ذکر کیا ﴿وما تلك بیمینك یا موسی، قال هی عصای أتوکأ علیها وأهش بها علی غنمی، ولی فیها مآرب أخری☆﴾ اے موسیٰ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ جواب دیا کہ یہ میری لاٹھی ہے، جس پر میں ٹیک لگاتا ہوں اور جس سے میں اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑا کرتا ہوں۔ سوال مختصر تھا اور جواب تفصیل سے بے تکلفانہ، بات ایک پوچھی گئی تھی لیکن جس سے پوچھی گئی تھی وہ اس تخاطب سے اتنا خوش ہوا کہ صرف اس سوال کا جواب ہی نہیں دیا بلکہ اس کے متعلقات کا ذکر کرنے لگا۔

قرآن مجید کا قصصی انداز حضرت موسیٰ کے واقعات بیان کرنے والی آیات میں بہت نمایاں انداز میں ملتا ہے، ان کے نمونے دیکھ کر دوسرے نمونوں کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے۔

حضرت موسیٰ کے پیدا ہونے کے بعد ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا انتظام ہوا کہ بادشاہ کے محل میں پہونچا دیئے گئے جب کہ وہ بادشاہ حضرت موسیٰ کی قوم کے خلاف دشمنی اور جبر کی پالیسی اختیار کئے ہوئے تھا، لیکن ان کو معصوم بچہ سمجھ کر اس کے گھر میں قبول کرلیا گیا، اور اس طرح ان کو متبنیٰ کی حیثیت حاصل ہوگئی، بڑے ہوکر شہر میں بادشاہ ہی کی قوم کے ایک فرد کو جو ظلم کر رہا تھا انہوں نے مارا اور وہ مرگیا، اس واقعہ نے حضرت موسیٰ کی پوزیشن نازک کردی، اور ان کو مشورہ دیا گیا کہ وہ کسی طرح بادشاہ کے دائرہ حکومت سے باہر چلے جائیں، ورنہ سخت مصیبت میں پڑ جائیں گے، اور ہوسکتا ہے مارے جائیں، اس وقت حضرت موسیٰ کو انسانی مزاج کے مطابق فطری طور پر خوف پیدا ہوا، پھر وہ ملک چھوڑ کر فوراً باہر چلے گئے، اور وہاں بالکل اجنبی ماحول میں جو بے بسی کی کیفیت تھی اس کا اظہار کیا گیا، اور پھر وہاں بھی خدا کی مدد سے سہارا اور کام ملا، جس سے انہوں نے ایک مدت وہاں گذاری، ایک صالح شخص کی سرپرستی میں رہے اور اس کی لڑکی سے ان کی شادی بھی ہوئی، اور خاصی مدت گذرنے کے بعد اپنی بیوی کے ساتھ وطن واپس آنے کا موقع ملا، اور راستے میں ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبوت ملی، اور اس نبوت کی بنیاد پر خدا کی طرف سے عطا کردہ رعب

اور عظمت کے ساتھ وطن پہونچے اور فرعون سے ملے، اور جرأت کے ساتھ بات کی، اس کو سورہ قصص کی آیات میں مؤثر انداز میں جو کیفیت کا عکاس ہے، ملاحظہ کریں، ان میں ان کے اس پوری مدت کے دور میں جو نفسیاتی کیفیات قدرتی طور پر پیدا ہوئیں ان کا بھی عکس ملتا ہے۔ سورۃ قصص میں ہے ﴿ ولما بلغ أشده واستوى آتيناه حكماً وعلماً، و كذلك نجزي المحسنين ☆ ودخل المدينة على حين غفلة من أهلها، فوجد فيها رجلين يقتتلان، هذا من شيعته و هذا من عدوه، فاستغاثه الذي من شيعته على الذي من عدوه، فوكزه موسى فقضى عليه، قال هذا من عمل الشيطان، إنه عدو مضل مبين ☆ قال رب إني ظلمت نفسي فاغفرلي فغفرله، إنه هو الغفور الرحيم ☆ قال رب بما أنعمت علي فلن أكون ظهيراً للمجرمين ☆ فأصبح في المدينة خائفاً يترقب، فإذا الذي استنصره بالأمس يستصرخه، قال له موسى إنك لغوي مبين ☆ فلما أن أراد أن يبطش بالذي هو عدولهما قال يموسى أتريد أن تقتلني كما قتلت نفساً بالأمس، إن تريد إلا أن تكون جباراً في الأرض و ما تريد أن تكون من المصلحين ☆ و جاء رجل من أقصى المدينة يسعى، قال يموسى إن الملأ يأتمرون بك ليقتلوك، فاخرج إني لك من الناصحين ☆ فخرج منها خائفا يترقب قال رب نجني من القوم الظالمين ☆ ولما توجه تلقاء مدين قال عسى ربي أن يهديني سواء السبيل ☆ ولما ورد ماء مدين وجد عليه أمة من الناس يسقون ووجد من دونهم امرأتين تذودان۔ قال ماخطبكما قالتا لا نسقي حتى يصدر الرعاء و أبونا شيخ كبير ☆ فسقى لهما ثم تولى إلى الظل فقال رب إني لما أنزلت إلي من خير فقير ☆ فجائته إحداهما تمشي على استحياء قالت إن أبي يدعوك ليجزيك أجر ماسقيت لنا فلما جاءه وقص عليه القصص قال لا تخف نجوت من القوم الظالمين ☆ قالت إحداهما يا أبت استأجره إن خير من استأجرت القوي الأمين ☆ قال إني أريد ان أنكحك إحدى ابنتي هاتين على أن تأجرني ثماني حجج فإن أتممت عشرا فمن عندك، وما أريد أن أشق عليك ستجدني إن شاء الله من الصالحين ☆ قال ذلك بيني و بينك أيما الأجلين قضيت فلا عدوان علي والله على مانقول وكيل ☆ فلما قضى موسى الأجل و سار بأهله انس من جانب الطور نارا قال لأهله امكثوا إني انست ناراً لعلي آتيكم منها بخبر أو جذوة من النار لعلكم تصطلون ☆ فلما أتاها نودي من شاطئ الواد الأيمن في البقعة المباركة من الشجرة أن يموسى إني أنا الله رب العالمين ☆ وأن ألق عصاك فلما راها تهتز كأنها جان ولى مدبرا ولم يعقب يموسى أقبل ولا تخف إنك من الأمنين اسلك يدك في جيبك تخرج بيضاء من غير سوء واضمم إليك جناحك من الرهب فذانك برهانان من ربك إلى فرعون و ملائه إنهم كانوا قوما فاسقين ☆﴾ (ترجمہ) اور جب موسیٰ اپنی جوانی کو پہونچ گئے، اور پورے توانا ہوگئے، ہم نے انہیں حکمت وعلم عطا فرمایا، نیکی کرنے والوں کو ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں، اور موسیٰ ایسے وقت شہر میں آئے جب شہر کے لوگ غفلت میں تھے، وہاں دو لوگوں کو لڑتے ہوئے دیکھا، یہ ایک ان کی اپنی قوم میں سے تھا اور یہ دوسرا ان کے دشمن قوم میں سے، ان کے قبیلے والے نے اپنے دشمن کے خلاف موسیٰ سے فریاد کی جس پر موسیٰ نے اس کو مکا مارا اور وہ مر گیا، موسیٰ کہنے لگے یہ تو شیطانی کام ہے، بیشک شیطان کھلا ہوا گمراہ کرنے والا دشمن ہے۔ پھر دعا کرنے لگے، اے میرے رب! بیشک میں نے خود پر ظلم کیا تو مجھے معاف کردے، پھر اللہ نے اس کو بخش دیا۔ بیشک وہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔ پھر وہ بولے اے میرے رب! جیسا تو نے مجھ پر فضل کیا ہے میں اب ہرگز کسی گنہ گار کا مددگار نہ بنوں گا، پھر وہ صبح کو ڈرتے ہوئے اور اندیشہ کی حالت میں خبر لینے کو شہر میں گئے کہ اچانک وہی شخص جس نے کل فریاد کی تھی آج پھر مدد کیلئے بلا رہا تھا، موسیٰ نے اس سے کہا تو تو بڑا بے راہ شخص ہے، پھر جب اپنے اور اس کے دشمن کی گرفت کرنی چاہی، تو وہ فریادی بول اٹھا، اے موسیٰ! کیا جس طرح تو نے کل ایک شخص کو قتل کیا ہے، مجھے بھی مار ڈالنا چاہتا ہے، تو تو ملک میں ظالم وسرکش بننا چاہتا ہے، اور تو اصلاح کرنے والوں میں سے نہیں ہونا چاہتا۔ شہر کے پرلے سرے سے ایک شخص تیزی سے آیا، اور کہنے لگا اے موسیٰ! دربار والے تیرے قتل کا مشورہ کررہے ہیں، تو جلد یہاں سے نکل جا میں تیرا خیر خواہ ہوں، پھر موسیٰ وہاں سے خوفزدہ ہوکر دیکھتے بھالتے نکل کھڑے ہوئے، اور کہنے لگے۔ اے پروردگار! مجھے ظالم لوگوں سے بچالے۔ اور جب مدین کا رخ کیا تو کہنے لگے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے سیدھی راہ دکھائے گا، جب مدین کے پانی پر پہونچے وہاں دیکھا لوگوں کی ایک جماعت وہاں پانی پلا رہی ہے، اور ان سے ہٹ کر دو عورتیں اپنی بکریاں روکے ہوئے ہیں، ان سے پوچھا آپ کا کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے کہا۔ چرواہوں

کے چلے جانے تک ہم پانی نہیں پلاتیں، اور ہمارے والد بوڑھے ضعیف ہیں، پھر آپؑ نے ان کے جانوروں کو پانی پلایا، پھر سائے میں آکر کھڑے ہوگئے، اور اپنے رب سے کہنے لگے، اے رب تو جو کچھ بھلائی میری طرف اتارے میں اس کا محتاج ہوں، اتنے میں ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک ان کے پاس شرم وحیا سے چلتی ہوئی آئی اور کہنے لگی ہمارے والد آپ کو بلا رہے ہیں تاکہ پانی پلانے کا بدلہ دیں، جب موسیٰ ان کے پاس آئے، اور اپنے احوال ان سے بیان کئے، انہوں نے کہا ڈرنے کی کوئی بات نہیں، ظالم لوگوں سے تم بچ گئے، ان دونوں میں سے ایک لڑکی نے کہا۔ اباجان آپ انہیں مزدوری پر رکھ لیں، کیوں کہ جنہیں آپ اجرت پر رکھیں ان میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو مضبوط اور امانت دار ہو، انہوں نے حضرت موسیٰ سے کہا۔ میں اپنی ان دو لڑکیوں میں سے ایک آپ کے نکاح میں دینا چاہتا ہوں، اس شرط پر کہ میرے پاس آٹھ سال تک نوکری کروگے، اور اگر دس سال پورے کروتو اس کا اختیار تم کو ہے، میں تم پر مشقت ڈالنا نہیں چاہتا اگر اللہ نے چاہا تو مجھ کو تم نیک لوگوں میں سے پاؤگے، موسیٰ نے کہا یہ وعدہ میرے اور آپ کے درمیان پکا ہوگیا، جو بھی مدت میں پوری کروں مجھ پر کوئی زیادتی نہیں ہوگی، اور جو کچھ ہم کہتے ہیں اس کا اللہ نگہبان ہے۔ جب موسیٰ نے مدت پوری کی اور اپنی اہلیہ کو لیکر وہاں سے چلے طور کی طرف آگ نظر آئی، اپنی اہلیہ سے کہا رک جاؤ۔ میں نے آگ دیکھی ہے، شاید کچھ اس کی خبر لاؤں یا آگ کا کچھ ٹکڑا تمہارے پاس لیتا آؤں شاید کہ اس سے کچھ تم سینک سکو، جب وہ اس کے پاس پہونچے، تو اس بابرکت زمین کے میدان کے دائیں کنارے کے درخت میں سے پکارا گیا، اے موسیٰ! یقینی طور پر سنو! میں ہی اللہ ہوں سارے جہانوں کا پروردگار، اور تم اپنی لاٹھی ڈال دو، پھر جب اس کو موسیٰ نے سانپ کی طرح پھنپھناتے ہوئے دیکھا تو وہاں سے پیٹھ پھیر کر واپس ہوئے اور مڑ کر رخ نہ کیا۔ ہم نے کہا: اے موسیٰ! آگے بڑھو اور خوف مت کرو، ہر طرح سے امن ہے، اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال لو، وہ بغیر کسی روگ کے چمکتا ہوا نکلے گا اور اپنے بازوؤں کو (خوف سے بچنے کیلئے) اپنے سے ملالو، یہ دو معجزے تمہارے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے درباریوں کیلئے ہیں، بیشک وہ نافرمان لوگ ہیں۔

اسی طرح دوسری جگہ دیکھئے کہ اللہ کے حکم سے حضرت موسیٰؑ جب فرعون کے دربار میں پہونچے اور اس کو توحید وحدانیت کی تلقین کی، تو فرعون نے ان کو الجھانے کیلئے ایک سوال کیا کہ گذشتہ قوموں کا کیا حال رہا ﴿قال فمن ربكما يٰموسىٰ ☆ قال ربنا الذي أعطى كل شئ خلقه ثم هدىٰ ☆ قال فما بال القرون الأولىٰ ☆ قال علمها عند ربي في كتٰب لايضل ربي و لا ينسى الذي جعل لكم الأرض مهدا و سلك لكم فيها سبلا و أنزل من السماء ماء أفأخرجنا به أزواجا من نبات شتى ☆ كلوا وارعوا أنعامكم إن في ذلك لأيات لأولي النهىٰ ☆﴾ فرعون نے پوچھا کہ اے موسیٰ تم دونوں کا رب کون ہے؟ جواب دیا کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر ایک کو اس کی خاص صورت وشکل عنایت فرمائی پھر راہ بجھا دی، اس نے کہا اچھا یہ تو بتاؤ، اگلے زمانے والوں کا حال کیا ہوتا ہے، جواب دیا کہ ان کا علم میرے رب کے ہاں کتاب میں موجود ہے، نہ تو میرا رب غلطی کرتا ہے نہ بھولتا ہے، اسی نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا ہے، اور اس میں تمہارے چلنے کے لئے راستے بنائے ہیں، اور آسمان سے پانی بھی وہی برساتا ہے پھر اس برسات کی وجہ سے مختلف قسم کی پیداوار بھی ہم ہی پیدا کرتے ہیں، تم خود کھاؤ اور اپنے چوپایوں کو بھی چراؤ، کچھ شک نہیں کہ اس میں عقلمندوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔

اس مضمون کلام کو پڑھنے سے اس موقع کی کیفیت ظاہر ہوتی ہے وہ بہت اچھے انداز میں سامنے آتی ہے، اس میں اس موقع کی تصویر ملتی ہے کہ جو ظاہری چیزوں کی تصویر کشی سے زیادہ مؤثر اور زیادہ باکمال انداز رکھتی ہے، پھر مزید یہ بات ہے کہ یہ تصویر کشی صرف تصویر کی جھلک دکھانے پر اکتفا نہیں کرتی جو حکایتی ادب میں دیکھنے کو ملتی ہے، بلکہ وہ بامقصد ہے اور اس مقصد کو متعین طریقہ سے ظاہر کرنے کیلئے بیچ بیچ میں ناصحانہ اور بعض جگہ واعظانہ اور بعض جگہ ہمت وحوصلہ آزمائی والے یا خوف دلانے والے جملے بھی اس طرح بے تکلف شامل کردیئے گئے ہیں کہ یہ مخصوص انداز بیان صرف واقفیت پیدا کرنے پر ختم نہیں ہوجاتا، بلکہ انسان کے احساس وشعور کو مثبت اور بامقصد تقاضوں کو سمجھنے اور قبول کرنے پر آمادہ کردیتا ہے۔

قرآن مجید کی اعجاز بیانی کے تحت اس کے حکایتی اسلوب کی خوبی کی طرف یہ چند اشارے ہیں، ہمیں امید ہے کہ اس سیمینار میں جو مضامین پیش کئے جائیں گے، ان میں ہمیں اس اسلوب بیان کے متنوع نمونے سننے کو ملیں گے، اس طرح اس سیمینار سے ایک طرف قرآن مجید کے محترم و مقدس کلام کی خوبیاں سننے کا جو دینی عمل ہے وہ بھی حاصل ہوگا، اور اسی کے ساتھ ادبی چاشنی کا صالح اور بامقصد فائدہ بھی حاصل ہوگا۔

☆☆☆☆☆

زبان و ادب

ہم معنی الفاظ کے درمیان فرق

مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندویؒ

قرآن کریم پر ایمان رکھنے والے اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں کوئی لفظ ضرورت سے زیادہ نہیں وارد ہوا ہے اور نہ کوئی ایسا لفظ رہ گیا ہے جس کی ضرورت تھی، جو بات ہے وہ ٹھوس ہے، پائیدار ہے، اس کو اپنی جگہ سے ہٹایا نہیں جاسکتا، اس میں تغیر وتبدل کی کوئی گنجائش نہیں ہے، جس طرح عرب کہا کرتے ہیں "ھذا حلقۃ مفرغۃ لایعلم طرفاھا" جب متعدد اشیاء میں یکسانیت بتانا ہو تو وہ کہتے کہ یہ ایک ڈھلا ڈھلایا کنگن ہے جس کو دیکھ کر یہ نہیں پتہ لگایا جاسکتا کہ اس کی انتہا کہاں ہے اور ابتدا کہاں سے ہوئی؟ قرآن کریم میں جو آیات وارد ہوئی ہیں ان کی نوعیت بھی بعینہٖ اسی طرح کی ہے۔

کوئی بات اگر بار بار بغیر کسی مقصد وفائدہ کے دہرائی جائے تو وہ معیوب سمجھی جاتی ہے اور وہ کلام فصاحت وبلاغت کے معیار سے گر جاتا ہے تو پھر رب العالمین کے کلام میں یہ کیونکر تصور کیا جاسکتا ہے، جبریل جس کو لے کر اترے اور کائنات کے سب سے پاکیزہ قلب میں اتارا گیا اور سب سے زیادہ سچی زبان سے ادا کرایا گیا، اس کے متعلق یہ کہنا کہ اس میں ایک بات کو بار بار کہا گیا ہے، بے ادبی اور ناواقفیت کی بات ہے۔ اگر آپ کسی زبان کی ادبی نزاکتوں سے واقف ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ بسا اوقات ایک معمولی سا لفظ بہت ہلکے تغیر کی بنا پر معنی بدل دیتا ہے، لفظ کا اتار چڑھاؤ اور ایک لفظ جو مدح اور تعریف میں کہا گیا ہے، طنز وتوہین کے معنی میں بدلا جاسکتا ہے، یہی نہیں بلکہ جملہ کی ساخت ذرا بدل دیجئے، ایک جملہ میں ایک لفظ کا جو مقام ہے اس کو اس کی جگہ سے ہٹا کر آگے یا پیچھے کر دیجئے، معنی بدل جائیں گے، اردو جو ہمارے اور آپ کے درمیان مشترک زبان ہے، اس لیے چند مثالیں پہلے اپنی زبان کی لیجئے اگر ہم یہ بات اردو میں سمجھ گئے تو عربی میں اس کا استعمال بھی نظر آجائے گا یعنی تطبیق آسان ہوجائے گی۔

☆ آپ کی علمی قابلیت کا کس نے انکار کیا، آپ یقیناً بڑے فاضل ہیں۔ اس کے مقابلہ میں دوسرا جملہ لیجئے۔

☆ بس کیجئے آپ جتنے قابل ہیں مجھے خوب معلوم ہے۔

ان دونوں جملوں میں فرق کس طرح ہوا کیا دونوں جملوں کے ایک ہی معنی ہیں؟ یا لفظ کے موقع ومحل سے (جس کو سیاق کہتے ہیں) بات اثبات کے بجائے طنز میں بدل گئی۔

☆ جنت اور جہنم پر میرا ایمان ہے۔

☆ مجھ کو معلوم ہے جنت کی حقیقت۔

ایک جملہ اثبات میں ہے، دوسرا جملہ نفی میں، اس طرح کے جملے اگر کسی کتاب میں آئیں تو اس کو تکرار نہیں کہا جائے گا اور اگر اہل زبان کو مجبور کیا جائے کہ اس کو واضح کریں کہ اس کے مفہوم میں فرق کیونکر ہوا تو بلاغت اور بدیع کی اصطلاحات شاید بتلانے لگیں اور غیر اہل زبان کیلئے، جس نے زبان قواعد کے ذریعہ سے سیکھی ہے مفہوم کو سمجھنا اور دشوار ہوجائیگا۔ ہم ایک مزید مثال ایک شعر سے پیش کرتے ہیں، ہمارے اسی زمانے کے ایک اردو شاعر جگر مرادآبادی تھے، ان کا ایک شعر ہے ؎

اے محتسب نہ پھینک، مرے محتسب نہ پھینک
ظالم شراب ہے، ارے ظالم شراب ہے

قدیم عہد اسلامی میں احتساب کا ایک محکمہ ہوا کرتا تھا، اس میں کچھ لوگ اس بات پر مکلف ہوتے کہ اگر کہیں گھروں میں لوگ چھپ چھپا کر پی رہے ہوں تو ان کو روکیں اور ان کے کشید شراب کے آلات اور مٹکوں کو توڑ کر پھینک دیں، ان کو محتسب کہا جاتا تھا۔ اب ایک شخص صراحیوں میں اپنی شراب لئے بیٹھا ہے، پی رہا ہے، پلا رہا ہے یا بیچ رہا ہے جو بھی کر رہا ہے، وہاں پر محتسب صاحب (چھاپہ مار) پہونچ گئے اور شراب کے مٹکوں کو اٹھا کر پھینکنے کے لئے ہاتھ اوپر اٹھایا تو صاحب میخانہ اس کے ہاتھ پکڑتا ہے اور کہتا ہے: "اے محتسب نہ پھینک" مگر دیکھا کہ وہ پھینکنے پر تلا ہوا ہے تو پھر دوبارہ خوشامد کے لہجے میں اور طلب رحم کے انداز میں کہتا ہے کہ: "مرے محتسب نہ پھینک"۔ اب یہاں پر لفظ

"مرے" نے طلب رحم اور خوشامد کے عنصر کو ابھار دیا؛ مگر جب اس نے دیکھا کہ یہ چھاپہ مار محتسب مانتا ہی نہیں تو کہتا ہے کہ تمہیں خبر بھی ہے کہ کیا پھینکے جارہے ہو؟ یہ کوئی معمولی پانی نہیں، ذرا خدا کے لئے سمجھو، یہ شراب ہے، ارے ظالم اتنا بھی تجھے نظر نہیں آتا کہ یہ شراب ہے: "ظالم شراب ہے ارے ظالم شراب ہے"۔ جیسے کسی بچے کا پاؤں کتابوں پر پڑ گیا ہو تو اس کا باپ چیخ کر کہے کہ ارے یہ قرآن ہے قرآن، یعنی اہمیت سمجھ اور ایسا کام نہ کر اب آپ اپنی زبان کی بلاغت اور انداز گفتگو میں جو قوت ہے اس کو سمجھتے ہیں، تصور کیجئے کیا کوئی شخص جو کوریا یا فلپائن کا ہو وہ کہے کہ "اردو زبان کے شاعر" ایک بات کو بار بار کہتے ہیں، ایک ہی جملے کو بار بار دہراتے ہیں تو آپ کیا کہیں گے؟

یہ صرف ایک مثال تھی کہ ایک لفظ مکرر کتنا بلاغت پیدا کرتا ہے، اگر اس کا استعمال برمحل ہو، موضوع کے مطابق ہو، سیاق وسباق اس کو جلا بخش رہے ہوں، قرآن کریم میں جہاں انبیائے کرام سلام اللہ علیہم کے دعوتوں کا ذکر ہے اور ان کی تبلیغی مہم میں جہاں رکاوٹیں پڑیں وہاں بسا اوقات ایک لفظ کا تکرار دیدہ ودل کو اس درجہ روشن کر دیتا ہے کہ بشری ضمیر خود گواہی دیتا ہے کہ اگر کہیں بلاغت ہے تو یہیں ہے، بلاغت کی خوشبو احساسات کی ترجمانی، موقع کی نزاکت اور مخاطب کے وجدان کو سامنے رکھ کر اسے خوب سمجھا سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

سنت رسول ﷺ اور ہماری زندگی

مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے "اصلاح معاشرہ" کی تحریک چلائی جارہی ہے۔ بے جا رسوم، فضول خرچی، شادیوں میں نمود ونمائش کرتے ہوئے دولت خرچ کرنا، خاندانی زندگی میں شریعت سے روگردانی، طلاق کی کثرت اپنی ازدواجی ذمہ داریوں کو پورا نہ کرنا، بیوی کے نان نفقہ اور اس کے حقوق ادا نہ کرنا، اپنی اولاد کی صحیح تعلیم وتربیت نہ کرنا، اپنی ناروا عادتوں اور حرکتوں کی وجہ سے اسلام کی بدنامی کا باعث بننا۔

یہ تمام باتیں اصلاح معاشرہ کے تحت آتی ہیں۔ آج اگر ہم مسلمان بستیوں اور آبادیوں کا جائزہ لیں تو مذکورہ بالا عیوب عام طور پر نظر آئیں گے۔

علماء تقریریں کر کر کے تھکے جاتے ہیں، دانشور مضامین لکھتے لکھتے بیزار ہوئے جاتے ہیں؛ لیکن نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بجائے اصلاح کے مزید بگاڑ اور خرابی پیدا ہورہی ہے۔ آپ کسی شادی میں شرکت کیجئے تو لگتا ہی نہیں ہے کہ یہ امت محمدیہ سے وابستہ کسی خاندان میں ہونے والی شادی ہے۔ عورتیں اس طرح نظر آتی ہیں جیسے وہ شادی میں آنے کے بجائے کسی فیشن پریڈ میں حصہ لینے آئی ہیں اور مردوں کا حال یہ ہوتا ہے جیسے وہ ابھی ابھی یورپ کے کسی علاقے سے آئے ہوئے ہیں۔ ضیافت کا حال یہ ہوگیا ہے کہ اتنے متنوع کھانوں کی سجاوٹ ہوتی ہے کہ مہمان کھائے گا کیا شمار کرنا مشکل ہوگیا ہے۔ اتنا کھانا پھینکا جاتا ہے کہ جس سے ہزاروں بھوکے انسانوں کی بھوک مٹ سکتی ہے؛ لیکن افسوس یہ ہے کہ جن کی بھوک مٹ سکتی ہے ان کو بلایا نہیں جاتا کیوں کہ غریب آدمی اگر شادیوں میں دکھائی دے گا تو میزبان کی عزت، وقار اور شان وشوکت پر دھبہ آجائے گا۔

بڑے افسوس اور دکھ کی بات ہے کہ لگتا ہے کہ ہم نے طے کرلیا ہے کہ زبان سے مسلمان ہونے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ خوب کریں گے، رات رات بھر سیرت کے جلسوں میں بیٹھ کر واہ واہ کریں گے، مقرروں اور شاعروں کو خوب داد دیں گے؛ لیکن کام وہ کریں گے جس سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے ہر گوشہ میں رہنمائی فرمائی ہے۔ زندگی کا کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا ہے۔ ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر سوچئے کہ ہماری زندگی کیا اس راستے پر گزر رہی ہے جس پر گزرنے کا حکم آپ ﷺ نے دیا ہے یا ہم یہود ونصاریٰ کے پیرو ہو کر زندگی کا سفر طے کر رہے ہیں؟ کاش مرنے سے پہلے یہ بات سمجھ میں آجاتی!

☆☆☆☆☆

اصلاح معاشرہ

بے پردگی کا سیلاب

مفتی محمد تقی عثمانی

آج بڑی تیز رفتاری کے ساتھ ہماری معاشرت بالکل الٹی سمت میں بے دینی کی طرف دوڑ رہی ہے۔ بے پردگی اور بے حیائی گھر گھر پھیل چکی ہے۔ عریانی اور فحاشی نے حیاء وعفت کا مفہوم تک ذہنوں سے محو کر دیا ہے، بڑوں کا احترام اور خاندانی رشتوں کے اسلامی آداب قصہ پارینہ بن چکے ہیں، دفتروں میں رشوت ستانی اور بازاروں میں سود، قمار اور دھوکہ فریب کو شیر مادر سمجھ لیا گیا ہے اور اب ان برائیوں کی قباحت بھی دلوں سے مٹ چکی ہے۔

ان بہت سے مسائل میں سے آج بے پردگی اور بے حیائی کے مسئلہ پر چند دردمندانہ گذارشات قارئین کی خدمت میں پیش کرنی ہیں جن کا تعلق عام مسلمانوں سے بھی ہے، علماء اور اہل فکر سے بھی۔

اسلام نے خواتین کو عزت وحرمت کا جو مقام بخشا ہے اور اس کے تقدس کی حفاظت کے لئے جو تعلیمات دی ہیں، وہ دنیا بھر کے مذاہب اور اقوام میں ایک منفرد حیثیت کی حامل ہیں۔ اسلام نے ایک طرف عورت کی حرمت اور دوسری طرف اس کے جائز تمدنی اور معاشرتی حقوق کا تحفظ کرنے کے لئے جو احکام عطا فرمائے ہیں، ان کی حکمتوں کا احاطہ انسانی عقل کے ادراک سے بالا تر ہے۔ مسلمان عورت اپنی عزت کے تحفظ کے ساتھ تمام ضروری تمدنی حقوق رکھنے کے باوجود تلاش معاش میں ماری ماری پھرنے کے لئے نہیں بلکہ گھر کی ملکہ بننے کے لئے پیدا ہوئی ہے، اسی لئے شریعت نے اس کی عمر کے کسی مرحلہ میں فکر معاش کا بوجھ اس کی گردن پر ڈالا نہیں۔ خال خال صورتیں تو مستثنیٰ ہیں؛ لیکن عام حالات میں شادی سے پہلے اس کے معاش کی ذمہ داری باپ پر اور شادی کے بعد شوہر پر ڈالی گئی ہے۔ لہٰذا نا گزیر ضرورتوں کو چھوڑ کر عام طور پر اسے معاش کے لئے سڑکیں چھاننے کی ضرورت نہیں چنانچہ اس کی عزت و آبرو، اس کی حرمت و تقدس کو سلامت رکھنے کے لئے یہ حکم دیا گیا ہے کہ:

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ﴾ [أحزاب/ ۳۳] (اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور پچھلی جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار کر کے باہر نہ پھرا کرو)۔

ضرورت کے موقع پر عورت کو گھر سے باہر جانے کی اجازت بھی اسلام نے دی ہے؛ لیکن اس طرح کہ وہ پردے کے آداب وشرائط کو ملحوظ رکھ کر بقدر ضرورت باہر نکلے اور اپنے آپ کو ہوسناک نگاہوں کا نشانہ بننے سے بچائے۔ اس غرض کے لئے مرد وعورت کے درمیان فطری تقسیم کار یہ رکھی گئی ہے کہ مرد کمائے اور عورت گھر کا انتظام کرے اور مرد کے لئے کما کر لانا عورت پر اس کا کوئی احسان نہیں، اس کا لازمی فریضہ ہے، بلکہ اس معاملے میں اسلام نے عورت کو یہ فضیلت اور امتیاز بخشا ہے کہ گھر کا انتظام بھی قانونی طور پر اسکی ذمہ داری نہیں ہے، اخلاقی طور پر اس کو اس بات کی ترغیب ضرور دی گئی ہے کہ وہ شوہر کے گھر کی دیکھ بھال کرے؛ لیکن اگر عورت اپنی اس اخلاقی ذمہ داری کو پورا نہ کرے تو مرد اس کو بزور قانون اس پر مجبور نہیں کر سکتا، اس کے برخلاف مرد پر عورت کے لئے کمانے کی ذمہ داری اخلاقی بھی ہے اور قانونی بھی اور اگر کوئی مرد اس میں کوتاہی کرے تو عورت بزور قانون اسے اس ذمہ داری کی ادائیگی پر مجبور کر سکتی ہے۔

اسلام نے عورت کو یہ امتیاز اس لئے عطا فرمایا ہے تاکہ وہ کسب معاش کی الجھنوں میں پڑ کر معاشرتی برائیوں کا سبب بننے کے بجائے گھر میں رہ کر قوم کی تعمیر کی خدمت انجام دے۔ گھر کا ماحول معاشرے کی وہ بنیاد ہے جس پر تمدن کی پوری عمارت کھڑی ہوتی ہے، اگر یہ بنیاد خراب ہو تو اس کا فساد پورے معاشرے میں سرایت کر جاتا ہے، اس کے برعکس اگر ایک مسلمان خاتون اپنے گھر کے ماحول کو سنوار کر ان نونہالوں کی صحیح تربیت کرے جنہیں آگے چل کر قوم وملک کا بوجھ اٹھانا ہے تو ساری قوم خود کار طریقے پر سنور سکتی ہے اور اس طرح مرد وعورت کی عزت و آبرو کا پورا تحفظ ہوتا ہے۔

اور دوسری طرف ایک ایسا ستھرا گھریلو نظام وجود میں آتا ہے جو پورے معاشرہ کی پاکیزگی کا

ضامن بن سکتا ہے؛ لیکن جس ماحول میں معاشرہ کی پاکیزگی کوئی قیمت ہی نہ رکھتی ہو اور جہاں عفت وعصمت کے بجائے اخلاق باختگی اور حیاسوزی کو منتہائے مقصود سمجھا جاتا ہو۔ ظاہر ہے کہ وہاں اس تقسیم کار، پردہ اور حیا کو نہ صرف غیر ضروری بلکہ راستے کی رکاوٹ سمجھا جائے گا۔ چنانچہ جب مغرب میں تمام اخلاقی اقدار سے آزادی کی ہوا چلی تو مرد نے عورت کے گھر میں رہنے کو اپنے لئے دوہری مصیبت سمجھا۔ ایک طرف تو اس کی ہوس ناک طبیعت عورت کی کوئی ذمہ داری قبول کئے بغیر قدم قدم پر اس سے لطف اندوز ہونا چاہتی تھی اور دوسری طرف وہ اپنی قانونی بیوی کی معاشی کفالت کو بھی ایک بوجھ تصور کرتا تھا چنانچہ اس نے دونوں مشکلات کا جو عیارانہ حل نکالا، اس کا خوبصورت اور معصوم نام ''تحریک آزادئ نسواں'' رکھا۔ عورت کو یہ پڑھایا گیا کہ تم اب تک گھر کی چار دیواری میں قید رہی اب آزادی کا دور ہے اور تمہیں اس قید سے باہر آکر مردوں کے شانہ بشانہ زندگی کے ہر کام میں حصہ لینا چاہئے۔ اب تک تمہیں حکومت وسیاست کے ایوانوں سے بھی محروم رکھا گیا ہے اب تم باہر آکر زندگی کی جدوجہد میں برابر کا حصہ بنو تو دنیا بھر کے اعزازات اور اونچے منصب تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔

عورت بے چاری ان دل فریب نعروں سے متاثر ہو کر گھر سے باہر آگئی اور پروپیگنڈے کے تمام وسائل کے ذریعہ شور مچا مچا کر اسے یہ باور کرا دیا گیا کہ اسے صدیوں کی غلامی کے بعد آج آزادی ملی ہے اور اب اس کے رنج ومحن کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ ان دلفریب نعروں کی آڑ میں عورت کو گھسیٹ کر سڑکوں پر لایا گیا۔ اسے دفتروں میں کلرکی عطا کی گئی۔ اسے اجنبی مردوں کے پرائیوٹ سکریٹری کا ''منصب'' بخشا گیا۔ اسے اسٹینوٹائپسٹ'' کا عہدہ'' عنایت کیا گیا۔ اسے تجارت چمکانے کے لئے ''سیلز گرل'' اور ''ماڈل گرل'' بننے کا شرف بخشا گیا اور اس کو برسر بازار رسوا کرے گاہکوں کو دعوت دی گئی آؤ اور ہم سے مال خریدو۔ یہاں تک کہ وہ عورت جس کے سر پر دین فطرت نے عزت وآبرو کا تاج رکھا تھا اور جس کے گلے میں عفت وعصمت کے ہار ڈالے تھے، تجارتی اداروں کے لئے ایک شوپیس اور مرد کی تھکن دور کرنے کے لئے ایک تفریح کا سامان بن کر رہ گئی۔

نام یہ لیا گیا تھا کہ عورت کو ''آزادی'' دے کر سیاست وحکومت کے ایوان اس کے لئے کھولے جا رہے ہیں؛ لیکن ذرا جائزہ لے کر تو دیکھئے کہ اس عرصے میں خود مغربی ممالک کی کتنی عورتیں صدر وزیر اعظم یا وزیر بن گئیں۔ اعداد وشمار جمع کئے جائیں تو ایسی عورتوں کا تناسب بمشکل چند فی لاکھ ہوگا۔ ان گنی چنی خواتین کو کچھ مناصب دینے کے نام پر باقی لاکھوں عورتوں کو جس بے دردی کے ساتھ سڑکوں اور بازاروں میں گھسیٹ کر لایا گیا ہے، وہ آزادئ نسواں کے فراڈ کا المناک ترین پہلو ہے۔ آج یورپ اور امریکہ میں جا کر دیکھو تو دنیا بھر کے تمام نچلے درجے کے کام عورت کے سپرد ہیں۔ ریستورانوں میں کوئی مرد ویٹر شاذ ونادر ہی کہیں نظر آئے گا ورنہ یہ خدمات تمام تر عورتیں انجام دے رہی ہیں۔ ہوٹلوں میں مسافروں کے کمرے صاف کرنے اور ان کے بستر کی چادریں بدلنے اور روم اٹنڈنٹ کی خدمات تمام تر عورتوں کے سپرد ہیں۔ دوکانوں پر مال بیچنے کے لیے مرد خال خال نظر آئیں گے۔ یہ کام بھی عورتوں ہی سے لیا جا رہا ہے۔ دفاتر کے استقبالیوں پر عام طور سے عورتیں ہی تعینات ہیں اور بیرے سے لے کر کلرک تک تمام ''مناصب'' زیادہ تر اسی صنف نازک کے حصہ میں آئے ہیں جسے ''گھر کی قید سے آزادی'' عطا کی گئی ہے۔

پروپیگنڈے کی قوتوں نے یہ عجیب وغریب فلسفہ ذہنوں پر مسلط کر دیا ہے کہ عورت اگر اپنے گھر میں، اپنے اور اپنے شوہر، اپنے ماں باپ بھائیوں اور اولاد کے لئے خانہ داری کا انتظام کرے تو یہ قید وذلت ہے؛ لیکن وہی عورت اجنبی مردوں کے لئے کھانا پکائے، ان کے کمروں کی صفائی کرے، ہوٹلوں اور جہازوں میں ان کی میزبانی کرے، دکانوں پر اپنی مسکراہٹوں سے گاہکوں کو متوجہ کرے اور دفاتر میں اپنے افسروں کی ناز برداری کرے تو یہ ''آزادی'' اور ''اعزاز'' ہے؟! انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پھر ستم ظریفی کی انتہا یہ ہے کہ عورت کسب معاش کے لئے آٹھ آٹھ گھنٹے کی یہ سخت اور ذلت آمیز ڈیوٹیاں ادا کرنے کے باوجود اپنے گھر کے کام دھندوں سے اب بھی فارغ نہیں ہوئی۔ گھر کی تمام خدمات آج بھی پہلے کی طرح اسی کے

ذمہ ہیں اور یورپ وامریکہ میں اکثریت ان عورتوں کی ہے جن کو آٹھ گھنٹے کی ڈیوٹی دینے کے بعد اپنے گھر پہنچ کر کھانا پکانے، برتن دھونے اور گھر کی صفائی کا کام اب بھی کرنا پڑتا ہے۔

یہ تو اس نام نہاد "آزادی" کے وہ نتائج ہیں جو خود اپنی ذاتی زندگی میں بھگت رہی ہے اور مرد وزن کے بے محابا اختلاط سے پورے معاشرے میں بداخلاقی، جنسی جرائم، بے راہ روی اور آوارگی کی جو تباہ کن وبائیں وہاں پھوٹی ہیں وہ کسی بھی باخبر انسان سے پوشیدہ نہیں۔ عائلی نظام کی اینٹ سے اینٹ بج گئی ہے، حسب ونسب کا کوئی تصور باقی نہیں رہا۔ عفت وعصمت داستاں پارینہ بن چکی ہے۔ طلاقوں کی کثرت نے گھر کے گھر اجاڑ دیئے ہیں۔ جنسی جنون تصور کی خیالی سرحدیں بھی پار کر چکا ہے اور فحاشی کے عفریت نے انسانیت کی ایک ایک قدر کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔

یہ واقعات کسی خیالی دنیا کے نہیں ہیں۔ یہ مغربی ممالک کے وہ ناقابل انکار حالات ہیں جن کا ہر شخص وہاں جا کر مشاہدہ کر سکتا ہے اور جو لوگ وہاں نہیں جا سکے۔ ان حالات کی خبریں لازماً ان تک بھی پہنچتی رہتی ہیں۔ تقلید مغرب کے جوشائقین شروع شروع میں وہاں جا کر آباد ہوئے کچھ عرصے تک وہاں کی چمک دمک کی سیر کرنے کے بعد جب خود صاحب اولاد ہوئے اور اپنی بچیوں کا مسئلہ سامنے آیا تو ان کی پریشانی اور بے چینی کا یہاں رہ کر اندازہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔

سوال یہ ہے کہ کیا کوئی مسلمان جس کے دل میں ایمان کی کوئی رمق موجود ہو یہ پسند کر سکتا ہے کہ خدانخواستہ یہ گھناؤنے حالات ہمارے اپنے ملک اور اپنے معاشرے میں بھی دہرائے جائیں۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو یہ کیسا ستم ہے کہ ہم بھی رفتہ رفتہ بے پردگی اور بے حجابی کے اسی راستے پر چل رہے ہیں جس نے مغرب کو معاشرتی تباہی اور اخلاقی دیوالیہ پن کے آخری سرے تک پہنچا دیا ہے۔

ایک زمانہ تھا کہ مسلمان خاندان کی خواتین کی سواریوں پر بھی پردے بندھے ہوئے ہوتے تھے اور پردہ شرافت وعالی نسبی کا نشان سمجھا جاتا تھا؛ لیکن آج انہیں شریف گھرانوں کی بیٹیاں بازاروں میں برہنہ سر گھوم رہی ہیں۔ بڑے شہروں میں تو نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ شہر میں برقعے کی شکل خال خال ہی کہیں نظر آتی ہے۔ بے پردگی کے سیلاب نے حیاوعفت کا جنازہ نکال کر رکھ دیا ہے اور دیندار گھرانوں میں بھی پردے کی اہمیت کا احساس روز بروز گھٹ رہا ہے۔

بعض لوگ بے پردی گی کی حمایت میں کہتے نظر آتے ہیں کہ ہماری بے پردگی کو یورپ اور امریکہ کی بے پردگی پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے اور یہاں کی بے پردگی وہ نتائج پیدا نہیں کرے گی جو مغرب میں پیدا ہو چکے ہیں؛ لیکن خوب سمجھ لیجئے کہ جو کچھ مغرب میں ہوا یا ہو رہا ہے، وہ فطرت کے ساتھ بغاوت کے لازمی اور منطقی نتائج ہیں۔ یہ بغاوت جہاں کہیں ہوگی، اپنے انہی منطقی نتائج تک پہنچ کر رہے گی۔ ان نتائج کو کھوکھلے فلسفوں سے نہیں روکا جا سکتا اور جو لوگ بے پردگی کو فروغ دینے کے بعد معاشرے میں عفت وعصمت باقی رکھنے کے دعوے کرتے ہیں یا تو خود احمقوں کی جنت میں بستے ہیں یا دوسروں کی آنکھوں میں دھول جھونکنا چاہتے ہیں۔ واقعات اس بات کے گواہ ہیں کہ جب سے ہمارے معاشرے میں بے پردگی کا رواج بڑھا ہے، اس وقت سے اغواء، زنا اور دوسرے جرائم کی شرح کہیں سے کہیں پہنچ گئی ہے اور اس طرح جس مقدار میں ہم بے پردگی کی طرف بڑھے اسی تناسب سے مغربی معاشرے کی لعنتیں بھی ہمارے یہاں سرایت کر گئی ہیں۔

ان لعنتوں کے سدباب کا اگر کوئی راستہ ہے تو صرف یہ کہ ہم پردے کے سلسلے میں اپنے طرز عمل کو بدل کر دین فطرت کی انہی تعلیمات کی طرف لوٹیں جنہوں نے ہمیں پاکیزہ زندگی گزارنے کا طریقہ سکھایا ہے۔

افسوس یہ ہے کہ پروپیگنڈے اور خراب ماحول کے زیر اثر رفتہ رفتہ بے پردگی کی برائی ذہنوں سے محو ہوتی جا رہی ہے اور جن گھرانوں کے بارے میں کبھی بے پردگی کا تصور بھی نہیں آ سکتا تھا۔ اب وہاں بھی پردہ ختم ہو رہا ہے۔ گھر کے وہ بڑے جو بذات خود بے پردگی کو برا سمجھتے ہیں وہ بھی رفتہ رفتہ اس سیلاب کے آگے سپر ڈال رہے ہیں اور ہمارے نزدیک اس سیلاب کی تیز رفتاری کا بڑا سبب یہی ہے۔ اگر یہ لوگ سپر ڈالنے کے بجائے اپنے گھر والوں کا ذہن بنانے کی فکر کریں، انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام یاد دلائیں، ان احکام کی نافرمانی

کے سنگین نتائج سے آگاہ کریں اور انہیں یہ باور کرائیں کہ وہ اپنی موجودگی میں اپنے گھر کی خواتین کو بے پردہ نہیں دیکھیں گے تو انشاء اللہ اس سیلاب پر روک ضرور قائم ہوگی۔

ہمارے خطباء اور واعظ حضرات نے بھی ایک مدت سے اس مسئلہ کی وضاحت چھوڑ رکھی ہے اور اس اسلامی حکم کی تعلیم وتبلیغ میں بھی بہت سستی آ گئی ہے۔ شاید یہ خیال ہونے لگا ہے کہ اس معاملے میں وعظ ونصیحت بے اثر ہو چکی ہے؛ لیکن خوب سمجھ لینا چاہئے کہ داعی حق کا کام یہ ہے کہ وہ تھکنے اور مایوس ہونے کے بجائے اپنے حصے کا کام انجام دیتا رہے۔ نتائج تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں؛ لیکن داعی کا کام یہ ہے کہ وہ دعوت کو سست نہ پڑنے دے۔ تجربہ اس بات کا گواہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ جو بات کہی جاتی رہے وہ ایک نہ ایک دن اپنا اثر ضرور دکھاتی ہے۔ یہ قرآن کریم کا وعدہ ہے: ﴿وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ﴾۔ (اور نصیحت کرو کہ بلاشبہ نصیحت مؤمنوں کو فائدہ پہنچاتی ہے)۔

حالات بلاشبہ تشویش ناک ہیں؛ لیکن بفضلہ تعالیٰ ابھی ہمارا معاشرہ اس مقام پر نہیں پہنچا جہاں اصلاح کی کوئی امید باقی نہیں رہتی۔ ہزار غفلتوں اور کوتاہیوں کے باوجود بحمد اللہ ابھی لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ پر، آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور یوم آخرت پر ایمان موجود ہے اور اس دولت ایمان کی وجہ سے ابھی دعوت وتبلیغ کے لئے لوگوں کے کان بالکل بند نہیں ہوئے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اخلاص اور حکمت کے ساتھ مؤثر انداز میں حق کی دعوت متواتر پہنچتی رہے۔ اگر خدانخواستہ اس مرحلہ پر اس فریضہ میں کوتاہی جاری رہی تو اصلاح کی کوششیں روز بروز مشکل تر ہو جائیں گی۔ اور خدا نہ کرے کہ ہمارے معاشرے میں وہ صورتحال پیدا ہو جس سے آج مغربی ممالک دوچار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں وہ روز بد نہ دکھائے اور اصلاح حال کے لئے اپنے حصے کا کام صدق واخلاص اور لگن کے ساتھ کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین۔

☆☆☆☆☆

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کی جدید ودیدہ زیب طباعت

☆ یادِ ایام

از مولانا حکیم سید عبدالحی حسنیؒ

یعنی ہندوستان کے اسلامی عہد اور مسلمانوں کے دور حکومت میں صوبہ گجرات کا علمی، دینی، تمدنی، صنعتی اور سیاسی عروج، اس کے شاہان درویش صفت، وزرائے باکمال، علمائے نامدار اور مشائخ عالی تبار کے سیاسی، انتظامی، علمی، تصنیفی، اصلاحی وترجمتی کارنامے، تاریخ ہند کا ایک شاندار باب اور تاریخ اسلام کا ایک زریں ورق۔

صفحات: 112 قیمت: 70 روپے

☆ نئی دنیا امریکہ میں صاف صاف باتیں

از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

حضرت مولاناؒ کی اہم تقریروں اور خطبات کا فکر انگیز مجموعہ، مغربی تہذیب وامریکی معاشرت کا جائزہ، تجزیہ، مطالعہ امریکہ میں مقیم مسلمانوں کے بارے میں مشورے، تجزیے اور اندیشے

صفحات: 144 قیمت: 80 روپے

نوٹ: طلباء کے لئے خصوصی رعایت

ناشر: مجلس تحقیقات ونشریات اسلام

پوسٹ بکس ۱۱۹، ندوۃ العلماء کیمپس، ٹیگور مارگ، لکھنؤ

دعائے مغفرت

☆ دارالعلوم دیوبند کے صدر المدرسین اور شیخ الحدیث مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری کی اہلیہ محترمہ اور دارالعلوم ہی کے استاد حدیث مولانا ریاست علی بجنوری کی اہلیہ محترمہ ایک ہی روز چند گھنٹوں کے فرق سے وفات پا گئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

☆☆ بھٹکل (کرناٹک) کے بدرالدین المعلم صاحب کا ایک سڑک حادثہ میں انتقال ہو گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کے ساتھ ان کے گھر کے متعدد افراد تھے، وہ بھٹکل میں منعقد ہونے والے رابطہ ادب اسلامی کے سیمینار میں تھوڑی دیر قبل ہی شرکت کر کے گئے تھے کہ اپنے چند اعزہ کے ساتھ اللہ رب العزت کے حضور پہونچ گئے، اللہ تعالیٰ تمام مرحومین ومرحومات کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔

قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

آخری قسط

کتاب و سنت

قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ سے ہمارا تعلق کیسا ہو؟

مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی

فتنوں کی برسات کا دور

آج ہمارے مسلمانوں کا حال یہ ہوتا جارہا ہے کہ جس کو دو روٹی مل جاتی ہے، ملازمت مل جاتی ہے، اس کو کھانے کے لئے کچھ لقمے مل جاتے ہیں، تو وہ سمجھتا ہے کہ سب بالکل بخیر و عافیت ہیں۔ جی نہیں خیر ہے نہ عافیت ہے۔ آج ساری دنیا میں سازش ہمارے خلاف ہورہی ہے، چاروں طرف سازشوں کا جال بنا جارہا ہے، فتنے آسمان سے برس رہے ہیں، فتنے زمین سے نکل رہے ہیں اور نہ جانے کتنے لوگ روز فتنوں کا شکار ہورہے ہیں، کوئی عقیدہ کے فتنے میں مبتلا ہو رہا ہے، کوئی عادات کے فتنے میں جارہا ہے، کوئی اخلاق کے فتنے میں، کوئی اور کسی برے کام کے فتنے میں مبتلا ہورہا ہے، غرض کہ فتنوں کی ایک برسات ہے جس میں ہم پڑے ہوئے ہیں، ساری دنیا اور ان کے پیچھے شیطانوں کا لشکر ہے، ابلیس کا لشکر ہے جو سارے لوگوں کو ایمان سے بیگانہ کردینا چاہتا ہے، اسلام سے دور کردینا چاہتا ہے اور ان کو ایسی حالت میں رکھنا چاہتا ہے کہ جیسے مردہ خانے میں کوئی انسان ہوتا ہے یا جانور ہوتا ہے، دیکھنے میں انسان لگتا ہے لوگ سمجھتے ہیں زندہ ہے لیکن وہ مردہ ہوتا ہے، اس لئے ہماری زندگی قرآن سے وابستہ ہے، رسول اللہ ﷺ سے وابستہ ہے، ہماری زندگی کھانے پینے سے وابستہ نہیں ہے، ہماری زندگی لباس سے وابستہ نہیں ہے اور میں صاف کہتا ہوں کہ ہماری زندگی ان صافوں سے وابستہ نہیں ہے، ہماری زندگی ظاہری رکھ رکھاؤ سے وابستہ نہیں، ظاہری اعمال جو ہم کررہے ہیں، ان سے بھی ہماری زندگی وابستہ نہیں ہے، ہماری زندگی وابستہ ہے قرآن سے، اس لئے قرآن کو محفوظ رکھا ہے، قرآن کو زندہ رکھا ہے اور قرآن کو باقی رکھا ہے خدا نے، جو اس کے ساتھ تعلق رکھے گا اور رسول پاک ﷺ سے تعلق رکھے گا وہ بھی باقی رہے گا، اگر قرآن مجید سے اور رسول پاک ﷺ سے ہمارا تعلق ہوگا تو ہم باقی رہیں گے اگر ان دونوں سے ہمارا رشتہ ٹوٹ جاتا ہے تو آپ ہزار کوششیں کرلیجئے ایک نہیں ایک لاکھ جلسے کرلیجئے، ہونا کچھ نہیں ہے نہ اس کا ایک فیصد اثر ہونے والا ہے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارا تعلق قرآن مجید سے ہو اور تعلق ایسا ویسا نہیں، ایک بات یاد رکھئے قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے: ﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾ ادب جو ہے اس میں سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ قرآن مجید سے تعلق ہو اور اس کا ادب ہو، رسول پاک ﷺ سے تعلق ہو اور ان کا ادب ہو۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارا تعلق قلبی ہونا چاہئے، آج ہمارا تعلق صرف ظاہری ہے اور ادب بھی ظاہری ہے، ظاہر میں ادب کررہے ہیں دل کا ادب کوئی اور چیز ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا ادب بھی دل سے ہونا چاہئے اور دل میں جب ادب پیدا ہوگا تو اس کا نقشہ ہی کچھ اور ہوگا۔

دیکھئے! آج کل ہم لوگوں کے تعلقات جیسے ہیں، سامنے اگر کوئی آگیا تو بڑے زور سے استقبال، واہ، واہ! تشریف لائیے، ماشاء اللہ! آپ بڑے اچھے آدمی ہیں، لیکن جیسے تھوڑی دور گیا، اچھا ہوا چلا گیا سامنا تو کرنا ہی پڑتا ہے۔ گیا یہاں سے گیا، تو یہ طریقہ جو ہمارا ہوگیا ہے یہ سب کے ساتھ ہونے لگا ہے، اب قرآن کی محفل ہے یہاں آپ بیٹھے ہوئے ہیں، آپ نے قرآن مجید سنا، آپ نے ظاہری ادب کیا حالانکہ یہاں بھی جیسا ادب ہونا چاہئے، نہیں ہوتا ہے۔ قرآن مجید پڑھا جارہا ہے لیکن کھانے پینے کی چیزیں بانٹی جارہی ہیں، قرآن مجید پڑھا جارہا ہے لوگ باتیں کررہے ہیں، قرآن مجید پڑھا جارہا ہے موبائل سے باتیں کی جارہی ہیں، قرآن مجید پڑھا جارہا ہے اور لوگ سو رہے ہیں، ایسے بے ادبوں کو کیا ملے گا۔ قرآن مجید جب پڑھا جائے تو قرآن میں کہا گیا ہے خاموشی سے سنو! ﴿فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ﴾ قرآن کو ادب سے سنو! ہوش اور گوش سے سنو! قرآن مجید کھیل نہیں ہے، یہ خدا کا کلام ہے، یہ آپ کا کلام نہیں ہے، آپ کے گھر کا کلام نہیں، آپ کے باپ دادا کا کلام نہیں ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اس کو اسی طرح سننا چاہئے، ادب کے ساتھ سننا چاہئے، قرآن مجید کا ادب ہونا چاہئے ورنہ قرآن مجید کی محفلیں نہ کیجئے، بے حرمتی مت کیجئے قرآن مجید کی، بے ادبی مت کیجئے قرآن مجید کی۔

یاد رکھئے! اگر خدانخواستہ ہم نے بے ادبی کی قرآن مجید کی اور رسول پاک ﷺ کی، تو ہمارے ایمانوں کی گردنیں کاٹ دی جائیں گی، ہم یہ نہیں کہتے کہ آپ کی گردنیں، ایمان کی گردن کاٹ دی جائے گی۔ اور خدانخواستہ ایمان گیا تو پھر ہماری گردنوں کی بھی خیر نہیں، آج جو حالات پیش

آرہے ہیں وہ ایسے ہی پیش نہیں آرہے ہیں، یہ ہماری بے ادبی کا نتیجہ ہے۔ دونوں کے ساتھ جیسا ادب ہونا چاہئے وہ نہیں ہورہا ہے، ظاہری ادب ہوتا ہے، محفل ہے قرآن مجید کی، نعت پڑھی جارہی ہے، اس کا بھی ادب ہونا چاہئے، رسول پاک ﷺ کا نام لیا جارہا ہے، آپ ﷺ کا نام آئے تو ایک مسلمان کو اپنی جگہ ٹھہر جانا چاہئے، رسول پاک ﷺ کا نام لیا جارہا ہے خود اللہ کے رسول ﷺ نے ایک موقع پر محمد نام رکھنے سے منع کیا تھا کہ تم لوگ محمد نام رکھتے ہو اور اس کے بعد پکارتے ہو محمد! اور اس کے بعد خدانخواستہ آپ کی زبان سے کیا نکلتا ہے، اپنے بیٹے کا نام محمد رکھا پھر ڈانٹتے ہو اس کو، اور محمد کہہ کر برا کہتے ہیں، ارے محمد کا لفظ اتنا محبوب ہونا چاہئے کہ جب محمد کا لفظ آجائے تو غصہ ٹھنڈا ہوجائے، کیسے ہی شرارت کر رہا ہو لڑکا اگر اس کا نام محمد ہے تو محمد کہہ کر برا نہیں کہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کا نام نامی ہے، آپ ﷺ کا اسم گرامی ہے محمد نام سے رحمتیں ٹپکتی ہیں اور نہ جانے کیسے کیسے انوار برستے ہیں، لیکن بات یہ ہے کہ ظاہر میں ادب ہے، باطن میں ادب ختم ہوتا چلا جارہا ہے، قرآن مجید سے جو تعلق ہونا چاہئے، جو شیفتگی ہونی چاہئے، جو محبت ہونی چاہئے، اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اگر یہی کہہ کر بیٹھ جائیں کہ یہ میرے رب کا کلام ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اوپر سے آجائے گی، اللہ تعالیٰ کو اپنی نسبت سے خوشی ہوتی ہے۔ اگر مسجد جائیں اور کہیں میرے اللہ میاں کا گھر ہے تو اللہ میاں بھی اس کو پسند کرتے ہیں کہ میرے گھر کا ادب کررہا ہے، ایسے ہی اللہ کا کلام ہے اور اللہ کے کلام کا ادب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اوپر سے دیتا ہے ایسے ہی اللہ کے رسول ﷺ کا نام نامی اسم گرامی آجائے تو فوراً ٹھہر جائے، ﷺ کہنا چاہئے نام آپ ﷺ کا آئے اور خاموش بیٹھے ہوئے ہیں فوراً ﷺ کہیں، اصل میں بات وہی ہے جو کہہ رہا ہوں دل سے ادب ہونا چاہئے وہ ختم ہوتا جارہا ہے ہمارا ظاہری ادب تو باقی ہے، نعت سن لی اور سن کر واہ واہ، واہ واہ، سے آپ کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا، نہ آپ کو ہوگا نہ اللہ کے رسول ﷺ خوش ہوں گے واہ، واہ سے، کچھ نہیں ہونے والا ہے، آپ ﷺ کہیں، آپ ﷺ پر درود بھیجیں، آپ پر سلام بھیجیں تو آپ کو بھی فائدہ ہوگا اور اللہ کے رسول ﷺ بھی خوش ہوں گے کہ میرا امتی مجھے یاد کرتا ہے، مجھے درود کا تحفہ بھیج رہا ہے، مجھے سلام کا تحفہ بھیج رہا ہے تو ظاہر ہے جو جتنا بڑا ہوتا ہے ایک بات یاد رکھئے اگر آپ کسی بڑے کو کوئی چیز پیش کریں بہت بڑا کوئی سیٹھ ہے اور بڑا داتا بھی ہے اور سخی بھی ہے، آپ اس کے پاس جائیں اور کہیں میں آپ کے لئے یہ ہدیہ لایا ہوں اور آپ اس کی خدمت میں پیش کریں تو ظاہر ہے فوراً پلٹ کر اس سے کئی گنا اچھا ہدیہ آپ کو وہ دے گا اس لئے کہ وہ برداشت نہیں کرسکتا کہ معمولی آدمی مجھے تحفہ دے اور میں اس کو ایسے ہی خالی ہاتھ واپس کردوں۔ تو ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ تو اغنیاء کے غنی ہیں اور سخی جتنے دنیا میں حضرات پیدا ہوئے ہیں ان سب کے امام اور پیشوا ہیں، اور آپ ﷺ سے بڑھ کر تو کوئی ہے ہی نہیں، تو اللہ تعالیٰ نے تو خود اعلان کردیا کہ جو اللہ کے رسول ﷺ پر درود بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو دس گنا دیں گے اور ظاہر ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ خود ان کے محبوب ہیں اس وجہ سے اللہ کے رسول ﷺ پر درود پڑھنے سے دس گنا تو سیدھا ملے گا اور جو جتنا زیادہ درود پڑھے گا، سلام پڑھے گا اس کے گھر میں رحمتیں اور برکتیں اور انوار کی نہ جانے کتنی بارشیں ہوں گی، اسی لئے اللہ تعالیٰ کا اتنا بڑا کرم ہے اس نے کہدیا ہر مسلمان پر بالغ ہونے کے بعد نماز فرض ہے اور جو نماز پڑھے گا وہ قرآن بھی پڑھ کر رہے گا اور رسول پاک ﷺ پر درود و سلام بھی پڑھے گا، نماز بھی اللہ تعالیٰ نے ایسی عطا فرمادی کہ تعلق ہو ہی جائے گا، پڑھنا ہی پڑے گا سورہ فاتحہ یہ بھی قرآن مجید ہے، پھر اس کے بعد ﴿انا اعطینا﴾ پڑھے، ﴿قل ھو اللہ﴾ پڑھے، ﴿لایلٰف﴾ پڑھے جو یاد ہو وہ پڑھے، ﴿فاقرؤا ما تیسر منہ﴾ جو آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھ لو، لیکن پڑھو میرا کلام۔ اس سے اپنا تعلق قائم کرو اور جب پڑھ چکے تو آخر میں درود و سلام پڑھو نبی پاک ﷺ پر، تو دیکھئے نماز کے اندر دونوں چیزیں جمع کردی گئیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے تمام امت کو اور امت کے تمام افراد کو ان دو چیزوں سے جوڑ دیا ہے ایک قرآن سے جوڑ دیا ہے ایک رسول پاک ﷺ سے جوڑ دیا ہے، دونوں سے جڑا رہنا اس امت کا ضروری ہے جب یہ امت ان دونوں سے کٹ جائے گی تو آخرت سے کٹ جائے گی، ایمان سے کٹ جائے گی اور احسان سے کٹ جائے گی اور پھر کٹی پتنگ کی طرح غائب ہوجائے گی پھر ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہوگا۔

ایمان والا اللہ تعالیٰ کے کارخانہ میں ملازم ہوتا ہے

ایک بات اچھی طرح سے یاد رکھئے کہ ایمان جب آدمی لاتا ہے یا ایمان والا ہوتا ہے تو گویا کہ اللہ کے کارخانے میں اس کو ملازمت مل گئی، ایمان لایا تو اللہ تعالیٰ نے کہا اپوائنٹ منٹ ہوگیا اس کا ہمارے کارخانے میں، اور اس کا باپ مؤمن تھا اور بیٹا بھی ایمان والا ہے تو باپ کی جگہ اس کو کردو اس کی جو جگہ تھی اس کو بھی وہیں کردو وہ بھی ملازم ہوگیا۔ لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا کارخانہ ہے، یہ سرکاری ملازمت نہیں ہے کہ جہاں دھوکہ دے

کر ملازمت کر لیتے ہیں، ڈیوٹی آٹھ گھنٹے کی لیکن گئے دو گھنٹے ،اوور ٹائم کے چکر میں ، زیادہ پیسہ مارنے کے چکر میں رہے،خدا کے یہاں یہ سب نہیں چلتا، اللہ تعالیٰ کے فرشتے لگے ہوئے ہیں ڈیوٹی پر، وہ معلومات جمع کرتے رہتے ہیں کہ ڈیوٹی پر آرہا ہے یا نہیں آرہا ہے، پانچ وقت کی اس کو ڈیوٹی پوری کرنی ہے اور اس کو دعوت کا کام بھی کرنا ہے، سمجھانا بھی ہے، بیٹیوں کو بھی سمجھانا ہے، بیوی کو بھی سمجھانا ہے، پڑوسی کو بھی سمجھانا ہے، سب کے حقوق ہیں سب کو ادا کرنا ہے، سب اس کے ذمہ کئے گئے ہیں۔ پڑوسی کا یہ حق ہے کہ اگر کوئی پڑوسی بھوکا ہے تو آپ کو کھانا کھلانا ہے، اگر کوئی بیچارہ یتیم ہے سر پر ہاتھ رکھنا ہے، اگر کوئی راستہ بھٹکا ہوا ہے اس کو راستہ دکھانا ہے، کوئی پریشان حال ہے اس کی پریشانی دور کرنی ہے، کوئی مصیبت زدہ ہے اس کی مصیبت دور کرنی ہے وغیرہ وغیرہ۔

بیوی کا حق ادا کرنا ہے، بچوں کا حق ادا کرنا ہے، اور جو ذمہ داریاں دی گئیں ہیں، ان سب کو پورا کرنا ہے، یہ ساری ڈیوٹی ہے۔ اوپر کی پابندی ہے کہ ادا کر رہا ہے کہ نہیں کر رہا ہے، اب اگر کر رہا ہے تو ٹھیک ہے اگر نہیں کرے گا تو آپ یہ بات یاد رکھئے کہ کارخانہ سے اس کو نکالا جائے گا اور کارخانہ سے اس کی جگہ خالی ہوگی تو ﴿یَسْتَبْدِلْ قَوْماً غَیْرَکُمْ ثُمَّ لَا یَکُوْنُوْا اَمْثَالَکُمْ﴾ نیا اپوائنٹ منٹ ہوگا، نئے لوگ اس کی جگہ آئیں گے جو اس سے بہت اچھے ہوں گے، حقوق کے ادا کرنے والے ہوں گے۔ یہ قرآن کہہ رہا ہے میں نہیں کہہ رہا ہوں کہ آپ سمجھیں کہ میری بات ہے قرآن کہہ رہا ہے کہ اگر آپ ٹھیک نہیں چلیں گے تو اللہ تعالیٰ دوسروں کو لائے گا جو آپ کی جگہ اچھا کام کریں گے۔ آج اس وقت معاملہ ایسا ہوگیا ہے کہ مسلمانوں نے یہ طے کر لیا ہے کہ نہ ہم کو عقیدہ دیکھنا ہے، نہ عبادات کی پابندی کرنی ہے، نہ معاملات درست کرنے ہیں، نہ تعلقات استوار کرنے ہیں، نہ اخلاق کو سنوارنا ہے، نہ معاملات ٹھیک کرنے ہیں تو پھر انجام ہونے والا کیا ہے آج یہ کہ جلسہ میں آگئے اور بڑا احسان کیا جلسہ میں آکر، ارے احسان کس پر کیا کہ جلسے میں آئے اور یہاں تقریریں سن کر گئے واہ واہ کرتے ہوئے گئے، اگر چٹکلے سنانے والا کوئی مولوی آگیا تو مزہ ہی آگیا جیسے چٹنی کھا کر واپس گھر چلے اور عمدہ کوئی چٹپٹی چیز کھا کر گھر گئے اور اطمینان سے جا کر سو گئے اور سب سے پہلے یہ کیا کہ فجر کی نماز قضاء کر دی، اگر اسی طرح معاملہ رہا تو کیسے کام چلے گا۔

دیکھئے! اللہ تعالیٰ نے اسی لئے کہا کہ یہ ڈیوٹی ہے۔ فرض جو ہے اصل میں ہم لوگ زبان نہیں جانتے فرض عربی میں کہتے ہیں ڈیوٹی کو، فرض ڈیوٹی ہے، نماز پانچ وقت کی فرض ہے، روزہ فرض ہے، زکوٰۃ فرض ہے اور حج فرض ہے، یہ ڈیوٹی ہے اس کو انجام دینا ہی دینا ہے، آپ کا اپوائنٹ منٹ ہوا ہے اسی لئے اگر یہ انجام نہیں دیں گے تو ظاہر ہے کارخانہ سے نکالا جائے گا۔ آج نئے اپوائنٹ منٹ بہت تیزی سے ہو رہے ہیں، خوشی کی بات بھی ہے اور بہت خطرناک بات بھی، لوگ تو سمجھتے نہیں ہیں، اس بات کو دیکھئے نئے اپوئنٹ منٹ اس بات کی علامت ہیں کہ کچھ ریٹائر ہو رہے ہیں اور کچھ معطل کئے جا رہے ہیں جو لوگ آج اسلام کو چھوڑ کر جلسوں میں الجھے ہوئے ہیں، جشنوں میں، عرسوں میں الجھے ہوئے ہیں اور اسی کو دین سمجھ رکھا ہے، اسی کو سب کچھ سمجھ رکھا ہے اور سمجھتے ہیں یہی اسلام ہے وہ تو گئے کام سے، اللہ حفاظت فرمائے! وہ نکل گئے کچھ باقی رہ گئے ہیں ایسے لوگوں کو دردِ سر ہوتا ہے اور وہ غلط کیمسٹوں سے دوا لے کر مزید بیمار ہوتے ہیں اس طرح پھر پوری ملت کے لئے وہ دردِ سر بن جاتے ہیں۔ تو آج یہ حضرات پوری ملت کے لئے دردِ سر بنے ہوئے ہیں، اس لئے نہ علم ہے، نہ ان کے پاس قرآن ہے، نہ قرآن کا ادب ہے، نہ قرآن کو جانتے ہیں، نہ رسول پاک ﷺ ہیں، نہ ان کا ادب ہے، نہ ان سے تعلق ہے، ارے نام سے کیا ہوتا ہے؟ تعلق کا مطلب کیا ہے؟ کہ ہم ان سے کہیں کہ صاحب آپ سے مجھے بڑا تعلق ہے اور تھوڑی دیر میں معلوم ہوا کہ ایک صاحب آئے ان کی گردن پکڑ کر گھسیٹنے لگے، اب آپ چپکے سے کھسک گئے اور بعد میں ملے تو کہا کہ آپ تو کہہ رہے تھے کہ مجھے تو بڑا تعلق ہے اور اس نے میری گردن پکڑ لی اس وقت آپ کہاں چلے گئے تھے، اللہ تعالیٰ کے بندے اسی وقت تو ساتھ دینے کی بات تھی۔

اللہ کے رسول ﷺ سے محبت ہے، آپ ﷺ کی سنتوں کو ذبح کیا جا رہا ہے، آپ ﷺ کے کلمہ کو ختم کیا جا رہا ہے، آپ ﷺ کے خلاف پوری پوری قومیں کھڑی ہوئی ہیں، ایمان کو ختم کرنے کے کارخانے قائم کیے جا رہے ہیں، یہ کام نئے نا موں سے، نئے نعروں سے اور نئی چمک دمک کے ساتھ خوشنما عمارتوں میں انجام دیا جا رہا ہے، کہاں ہیں آپ ﷺ سے تعلق رکھنے والے، آپ ﷺ کی محبت اپنے اندر محسوس کرنے والے، آپ ﷺ کے لئے جان دینے والے، آپ ﷺ پر قربان ہونے والے کہ یہ ہمارے ہوتے ہوئے نہیں ہوسکتا۔ کتنے لوگ کہنے والے ہیں آج؟ کیا ہو رہا ہے آخر کہاں جا رہے ہیں؟

میرے بھائیو! ہوش میں آجاؤ اگر خدانخواستہ یہی حالت رہی، یہی طریقہ رہا، اس میں علماء اور غیر علماء کی قید نہیں، اگر قرآن سے اور رسول پاک ﷺ سے ہمارا تعلق صحیح نہیں ہوا، محبتیں صحیح نہیں ہوئیں، الفتیں صحیح نہیں ہوئیں اور آپ ﷺ سے

ہمارا دلی تعلق نہیں ہوا تو اللہ تعالیٰ ہی ہمارا حافظ ہے۔ آج خطرے کی گھنٹیاں بج رہی ہیں۔ یہاں سے لے کر پارلیمنٹ تک نہ جانے کیا کیا پاس ہو رہا ہے لیکن ہمارا حال کیا ہے؟ بس دو لقمہ، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آج پوری امت ایسی بھوکی ہے جیسے کہ ایک قصے میں آتا ہے کہ کسی نے ایک بھوکے سے پوچھا کہ دو دو چار کتنے ہوئے تو اس نے کہا دو دو چار روٹی، ارے دو دو چار ہوتے ہیں اتنا کہئے کہ دو دو چار لیکن اتنی بھوک تھی، اتنا بھوکا اتنا پیاسا تھا کہ اس کے منہ سے نکل جاتا تھا دو دو چار روٹی۔ کمیٹیاں تشکیل دی جا رہی ہیں، بل پاس کئے جا رہے ہیں لیکن اللہ کے بندوں کو معلوم نہیں کہ یہ روٹی دے کر ایمان لے لیں گی لیکن کیونکہ روٹی اتنی سوار ہے امت پر، کہ اللہ کے رسول ﷺ نے تو اعلان کیا، قرآن مجید میں اعلان کیا گیا: ﴿وَمَامِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾ جتنے جاندار ہیں، ان سب کا رزق اللہ نے کہا ہمارے پاس ہے، اللہ کے ذمہ ہے یہ قرآن مجید میں بتایا گیا اور کہا گیا: ﴿کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ﴾ یعنی تم اس لئے یہاں بھیجے گئے ہو کہ بھلائی کا حکم دو اور برائی سے روکو۔ یہ آپ کے ذمے ہے، رزق اللہ کے ذمہ ہے، ہم نے آپ نے اس کا الٹا کر دیا کہ روٹی ہمارے ذمہ ہے اور بھلائی کا حکم دینا خدا کے ذمہ ہے، قرآن مجید کو ہم نے فراموش کر دیا، اللہ کے رسول ﷺ اور صحابہ کی سیرت ہم نے بھلا دی اور دنیا پر ایسے گرے کہ سب کچھ بھلا دیا۔

آج سب پریشان ہیں، تڑپ رہے ہیں اور علاج ہے نہیں، علاج قرآن مجید میں ہے۔ میرے بھائیو! کون کہتا ہے نہ کھاؤ روٹی، روٹی کھاؤ عزت کے ساتھ کھاؤ، ذلت کے ساتھ کیوں کھاتے ہو، بھائی عزت کے ساتھ وہ کھاتا ہے جو اللہ پر بھروسہ رکھتا ہے اور جو حاکم پر، کمیٹیوں پر، فلاں پر فلاں پر بھروسہ نہیں رکھتا، ان کو رازق نہیں سمجھتا اور جو ان پر بھروسہ کرے گا روٹی تو مل جائے گی لیکن ذلت وخواری کے ساتھ ملے گی بس اس کی حالت اس شخص کی طرح ہو جاتی ہے کہ ایک صاحب تھے جن کی عادت بہت بگڑ گئی تھی جہاں کھانے والے دو چار ملتے بیٹھ جاتے، لالچی لوگ ہوتے ہیں، ایک صاحب کھانے پر بیٹھ جایا کرتے تھے سامنے کوئی مضبوط قسم کا آدمی تھا، اس کو غصہ بہت آتا تھا ایسے لوگوں پر جیسے ہی بیٹھے انہوں نے مارا ایک ہاتھ کھینچ کے رونے لگے مگر کھاتے رہے، کہنے لگے ہمارے ابا بھی اسی طرح مار مار کر کھلاتے تھے اب عادت ہی خراب ہوگئی کیا کیا جائے، تو میرے بھائیو! اس وقت بہت افسوس کی بات ہے، حالات بہت خراب ہیں بس اتنی بات ہے کہ کم سے کم یہ سمجھ لیں کہ قرآن ہے کیا؟ کتنی بڑی دولت آپ کے گھر میں ہے لیکن پھر بھکاری بنے ہوئے ہیں، قرآن رکھتے ہوئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بھکاری ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ رسول پاک ﷺ کی ذات والا صفات کا تعلق ہمارے پاس ہے محبت ہمارے پاس ہے اور اس کے بعد پریشان ہیں، قرآن سے تعلق ہو، رسول پاک ﷺ سے تعلق ہو پھر پریشانی کا مطلب کیا ہے؟ اس کا مطلب ہے تعلق صحیح نہیں، نہ قرآن سے تعلق صحیح ہے، نہ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام سے تعلق صحیح ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ تعلق ہے اسی کے نام پر آجاتے ہیں اس کو قوی سے قوی تر کریں اس کو مضبوط سے مضبوط تر کریں تاکہ ہمارا یہ تعلق ہم کو اوپر پہونچائے، اونچے مقام پر پہونچائے اور ہم وہاں پہونچ جائیں جہاں ایمان والے کو پہنچنا چاہئے۔

اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم سچے دل سے سوچیں، بار بار غور کریں، حالات بہت نازک ہیں، بہت خطرناک ہیں بیرونی بھی، اندرونی بھی اور میں باہر کے دشمن سے اتنا ڈرتا نہیں جتنا اندر کے دشمن سے ڈرتا ہوں جو اندر کے لوگ ہوتے ہیں معاملہ انہی سے خراب ہوتا ہے۔ آپ ٹھیک ہو جائیے لوگوں کی نگاہیں ٹھیک ہو جائیں گی۔ ہم ٹھیک ہو جائیں اللہ تعالیٰ کی نظر عنایت متوجہ ہو جائے گی، اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک بھی مسلمان اتنا قیمتی ہے کہ حدیث میں آتا ہے: "لزوال الدنیا أهون علیٰ اللّٰه من قتل رجل مسلم" ایک مسلمان کا قتل اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا بڑا سنگین جرم ہے کہ پوری دنیا تہس نہس ہو جائے، یہ آسان ہے لیکن ایک صاحب ایمان کو قتل کر دیا جائے یہ آسان نہیں ہے۔ وہی جو میں نے شروع میں بات کہی تھی کہ جب قرآن والا آدمی بن جاتا ہے تو وہ اس مقام پر ہوتا ہے کہ اس پر ہاتھ لگانا بھی آسان نہیں ہوتا لیکن ہم جب قرآن والے نہ رہے، رسول ﷺ والے نہ رہے تو پھر جو چاہے ادھر سے مارے، ادھر سے مارے، ادھر سے پیٹے، ادھر سے پیٹے غلطی ہماری ہے۔ ہمارے اندر پھر وہی بات پیدا ہو جائے یعنی قرآن سے تعلق پیدا ہو جائے، رسول پاک ﷺ سے تعلق پیدا ہو جائے تو آج بھی دنیا عزت کرنے پر مجبور ہے جو تھوڑا بہت تعلق ہے اس پر بھی ابھی بہت کچھ ہے، اگر واقعی تعلق ہو جائے تو کیا ہو جائے۔ بس یہ چند باتیں ہیں لیکن غور طلب ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن والا بنا دے اور رسول پاک ﷺ والا بنا دے اور دونوں سے صحیح تعلق، قلبی لگاؤ عطا فرمائے اور محبت نصیب فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆

اسلامی اخلاق

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم

ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی

اقبال کے مذکورہ بالا مصرع میں تہذیب اخلاق کی تعلیم دی گئی ہے۔ یہ جاننا چاہئے کہ اخلاق کسے کہتے ہیں اور ان کا منبع کیا ہے؟ انسان کے اخلاق حسنہ درحقیقت اللہ کے اسماء حسنیٰ کا انعکاس ہیں، انسانیت اور بشریت کی معراج یہ ہے کہ انسان اللہ کی صفات اختیار کرے، اللہ تعالیٰ کی صفات دو قسم کی ہیں ایک وہ جو ذات الٰہی کے لئے خاص ہیں اور دوسرے وہ جو ذات الٰہی کے لئے خاص نہیں، جو صفات ذات الٰہی کے لیے بالکل مختص ہیں جیسے کبریائی، توحید اور خلق، ان کی نقل تو نہیں کی جاسکتی ہے لیکن باقی دوسری صفات جیسے علم وحلم، رحم وکرم، عفو ودرگذر، ستاری وشکر گذاری، احسان شناسی، مدد وسخاوت، دست گیری، خبر گیری وخیر خواہی، دلجوئی ودلنوازی وغیرہ توان میں مشابہت اختیار کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، مثال کے طور پر قدرت کے باوجود عفو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، انسان کو اس صفت کی نقل کرنی چاہئے اور انتقام لینے کی طاقت کے باوجود معاف کرنے کی عادت اختیار کرنی چاہئے، چنانچہ حدیث میں حکم ہے: "تخلقوا باخلاق اللہ" یعنی ربانی اخلاق اختیار کرو، انسان صفات الٰہی کے انوار سے جتنا زیادہ کسب فیض کرے گا اسی قدر زیادہ اس کی روحانیت کی تکمیل ہوگی اور اسی قدر زیادہ وہ ایک آئیڈیل (Ideal) انسان بنے گا اور اسکا وجود اخلاق کا پیکر جمیل اور پورے معاشرہ کے لئے خیر وبرکت کی سبیل ثابت ہوگا، اس کی صحبت مثل گل ماحول کو خوشبو سے معطر اور راحت وامن کا گہوارہ بنائے گی، ایک حدیث ہے: "أحب عباد اللہ الی اللہ أحسنھم أخلاقاً" یعنی اللہ کے بندوں میں اللہ کا سب سے محبوب بندہ وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں، ترمذی کی ایک دوسری حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن میزان میں حسن اخلاق سے زیادہ بھاری اور گراں قیمت اور کوئی چیز نہ ہوگی، اچھے اخلاق والا اپنے اخلاق سے روزہ دار اور نمازی کا درجہ حاصل کرسکتا ہے۔

اچھے اخلاق روحانی تزکیہ کا ذریعہ ہیں، اخلاقی تعلیمات پر عمل خدا اور رسول کی اطاعت ہے۔ حسن اخلاق سے آراستگی سے فطرت سلیم اور عقل مستقیم دونوں کے تقاضے پورے ہوتے ہیں۔ اخلاق سے انسانی شخصیت کی تکمیل ہوتی ہے اور اجتماعی زندگی گزارنے کے لائق ہوتا ہے، اخلاق کا مصدر ومنبع مذہب بھی ہے، ہر مذہب نے اخلاق پر زور دیا ہے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے ہی بعثت ہوئی ہے اور اس انسان میں کوئی خیر نہیں جس میں اخلاق نہ ہوں، لیکن چمن حیات میں اخلاق کے پھول خوشبودار اسی صورت میں ہوں گے جب وہ بے ریا اخلاق کے پھول ہوں اور ان میں اخلاص پایا جائے، ورنہ وہ کاغذی پھول کے مانند بے خوشبو کے پھول ہوں گے، ریا اور نمائش کی نیکی بے نتیجہ ہوتی ہے، قرآن مجید میں اس کی تشبیہ دی گئی ہے: ﴿كَمَثَلِ صَفْوَانٍ﴾ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی کسان اپنا بیج ایسی چٹان پر چھینٹ دے جس پر مٹی پڑی ہو، جہاں زور کی بارش ہوئی تو بیج اور مٹی سب بہہ گئی اور چٹان دھل کر صاف ہوگئی اس بیج سے ایک دانہ بھی پیدا نہ ہوگا، اچھے اخلاق کا اصل منبع انسان کا اپنا ضمیر ہے اور اس کی بے آمیز فطرت ہے: ﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾ فطرت اگر مسخ نہ ہوگئی ہو تو انسان ہمیشہ اچھی قدروں کا دلدادہ ہوتا ہے، مذہبی تعلیمات اسی اصل فطرت کو پختہ کرنے کے لئے ہوتی ہیں اور انسان کو انحراف سلوک وعمل سے بچانے کے لئے خالق فطرت کی طرف سے پیغمبر کے واسطہ سے پھیلائی جاتی ہیں، ایک صحابیؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے کچھ نصیحت فرمائیں، آپ ﷺ نے فرمایا کسی کو برا مت کہو، حضرت جابرؓ جنہوں نے یہ سوال کیا تھا، کہا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت کے بعد کسی کو برا نہیں کہا، کسی شریف، کسی غلام یہاں تک کہ جانور کو بھی برا نہیں کہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نصیحت بھی فرمائی کہ تمہیں چاہئے کہ اپنے بھائی سے جب بات کرو تو تمہارا چہرا کھلتا رہے یہ بھی نیکی ہے، ایک بار صحابہؓ سے پوچھا کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! مفلس وہ ہے جس کے پاس روپیہ پیسہ نہ ہو، آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت میں گو نماز، روزہ کی نیکیاں لے کر آئے گا لیکن اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا تو اس کی نیکیوں میں سے کچھ کچھ ان لوگوں کو دے دیا جائے گا جن کے ساتھ اس نے زیادتی کی ہوگی اور پھر بھی اس کے ذمہ کچھ باقی رہ گیا تو پھر دوسروں کی برائیاں اس کے

نام لکھ دی جائیں گی پھر وہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ ایک صحابہؓ کے دریافت کرنے پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ نیکی حسن اخلاق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تمہارے دل میں کھٹک پیدا کرے اور تمہیں پسند نہ ہو کہ لوگ اس کو جانیں۔ یہی وہ حاسہ اخلاق ہے جس کا نام لوگوں نے ضمیر کی آواز رکھا ہے، لیکن جب انسان ضمیر کی آواز سننے سے انکار کردیتا ہے تو بتدریج اخلاقی حاسہ مردہ ہوجاتا ہے اور گناہوں کا زنگ اتنا چھا جاتا ہے کہ پھر انسان کو گناہ کا احساس نہیں ہوتا ہے بدخلقی پر کوئی انقباض نہیں ہوتا اور پھر انسان کی اخلاقی موت ہوجاتی ہے۔ وہ خدا کی زمین پر ایک چلتی پھرتی لاش بن جاتا ہے، اس کا وجود انسانی معاشرہ کو زہر آلود کرتا ہے۔

اقبال شاعر اسلام ہے، شاعر دلنواز ہے، اس کی شاعری سے مزرع زندگی ہری بھری ہوتی ہے، اس کا یہ شعر (حلقۂ یاراں) قرآنی تعلیم کی ترجمانی ہے، قرآن میں اہل ایمان کا شعار ہے: ﴿رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾ اور دوسری جگہ پر ﴿أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ﴾ بتایا گیا ہے یعنی آپس میں شفیق ومہربان اور اہل ایمان کے لئے نرم اور کریم، حدیث میں ہے: "المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ" یعنی مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور جس کی زبان سے کسی مسلمان کو گزند نہ پہونچے، ایک دوسری حدیث میں ایک مسلمان کے مال اور اس کی آبرو کو بلد الحرام کی طرح محترم قرار دیا گیا، اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ غیر مسلموں کے ساتھ بدکلامی اور تندخوئی کے ساتھ معاملہ کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ نے سب کے ساتھ نیکی، مروت واحسان کا معاملہ کرنے کا حکم دیا ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ﴾ آں حضرت ﷺ نے ایک حدیث میں تمام لوگوں کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آنے کا حکم دیا ہے، البتہ جو خدا اور رسول ﷺ اور دین اسلام کے دشمن ہیں اور انہوں نے دشمنی پر کمر باندھ رکھی ہے اور برابر جارحیت کا ارتکاب کرتے ہیں تو پھر پوری طاقت کے ساتھ مدافعت کا حکم بھی دیا گیا ہے، اسی کی طرف اشارہ ہے دوسرے مصرعہ میں ع

رزم حق وباطل ہو تو فولاد ہے مومن

قرآن بھی مؤمن کی یہی صفت ﴿أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ﴾، ﴿أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ﴾، ﴿فَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً﴾، ﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾، ﴿جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ﴾ بیان کی گئی ہے، ان آیات کا مطلب بھی یہ ہرگز نہیں کہ مسلمانوں کو اہل کفر کے ساتھ بداخلاقی کے ساتھ پیش آنا چاہئے، اس کے برعکس ہر ایک شخص کے ساتھ اخلاق کا معاملہ کرنا چاہئے، مذکورہ آیات کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو اتنا کمزور نہیں ہونا چاہئے کہ دشمن ان پر حملہ آور ہونے کی جرأت کرسکے اور ان کو نرم چارہ سمجھ لے اور وہ حملہ آور ہو تو مسلمان اپنا دفاع بھی نہ کرسکیں، مسلمانوں کو ضعیف اور کمزور ہونے کے بجائے علم وہنر اور ہتھیار ہر اعتبار سے طاقتور ہونا چاہئے، اقبال کے اس شعر سے دلوں میں قرآنی اخلاقی اقدار جاگزیں ہوتی ہیں، اقبال کا مذکورہ بالا مصرعہ دلوں کے چمن کو حسن اخلاق کے پھولوں سے معطر کرتا ہے، شاعر کا کام اپنے ساحرانہ کلام سے تن مردہ میں جان ڈالنا ہے، خشک اخلاقی تعلیم کو شگفتہ ودلآویز بنادینا ہے۔

انسان کے اخلاق میں اپنوں کے لئے یعنی ان سب کے لئے جو نبرد آزما نہیں، مہربانی اور نرمی ہونی چاہئے، شاعر نے اس تعلیم کو حلقۂ یاراں کی ترکیب اور بریشم کی تشبیہ استعمال کرکے وجدان انگیز بنادیا ہے، معاملت میں نرم خوئی اور بریشم آسائی اگر نہ ہو تو زندگی جرعہ تلخاب بن جائے گی، دنیا جدوجہد اور کشمکش حیات کا نام ہے، یہاں باہمی مساعدت ومعاونت سے کام چلتا ہے، گوشہ نشینی اور عزلت گزینی اور کنارہ گیری سے تمدن وتہذیب کی ساری سرگرمیاں بند ہوجائیں گی۔ اس لئے انسان اختلاط ومعاشرت پر مجبور ہے، اختلاط ومعاشرت بھی ہو اور زندگی پرسکون اور آسائش گاہ بھی بنی رہے، اس کے لئے اخلاقی اصولوں پر عمل ضروری ہے ان اصولوں میں ایک اہم اصول وہی ہے جس کی شاعرانہ تلقین اقبال نے کی ہے کہ

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق وباطل ہو تو فولاد ہے مومن

یعنی جس وقت مؤمن میدان کارزار میں نہ ہو اور دشمنوں کے نرغہ میں پھنسا ہوا نہ ہو، بلکہ گلستان محبت میں ہو تو اسے بریشم کی طرح نرم ہونا چاہئے، اور جائے رواں، رود نغمہ خواں، ابر درفشاں اور شمیم نکہت فشاں بن کر رہنا چاہئے، خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آنے کا فائدہ صرف اخلاق کے برتنے والے کو نہیں پہونچتا، بلکہ پوری سوسائٹی کو پہونچتا ہے، ایک سے دوسرا اور دوسرے سے تیسرا متاثر ہوتا ہے، یہ خوش اخلاقی شمیم چمن بن کر باغ ہستی کو نور ونکہت سے بھر دیتی ہے، پھر روئے زمین روکش فردوس بریں بن جاتی ہے، لیکن اگر حق وباطل کا معرکہ درپیش ہو جیسے افغانستان میں درپیش تھا، عراق میں درپیش تھا، فلسطین میں درپیش ہے تو مؤمن کو مانند فولاد ہونا چاہئے۔

(جاری)

☆☆☆☆☆

نقہ و فتاویٰ

سوال وجواب

مفتی محمد ظفر عالم ندوی

سوال: بعض مسجدوں میں ایسے ٹائلس لگے ہوتے ہیں جن میں بغور دیکھنے سے نمازیوں کی صورتیں نظر آتی ہیں اور ان کی حرکات وسکنات بھی دکھائی پڑتی ہیں، سوال یہ ہے کہ مسجدوں میں اس طرح کے ٹائلس لگانا درست ہے اور کیا تصویروں اور حرکات وسکنات نظر آنے کی وجہ سے نماز درست ہوجائے گی؟

جواب: مسجد کی رقم سے مسجد کی تزئین کاری اور نقش ونگار درست نہیں، البتہ ذاتی رقم سے اگر کوئی ایسا کرے تو صرف اس حد تک اجازت ہے کہ بے جا اسراف نہ ہو اور اگر ٹائلس اس طرح ہوں کہ اس میں انسان کی صورتیں نظر آتی ہوں تو یہ بھی خلاف اولیٰ ہے تاہم نماز ادا ہوجائے گی۔ (ردالمحتار:۲/۴۳۰،۴۳۱)

سوال: مسجد کے محراب اور اس کے اردگرد شیشہ اور ایسے ٹائلس اور ماربل لگانا جو بے حد چمکدار ہوں اور نمازی کی صورتوں کے علاوہ حرکات وسکنات بھی نظر آتی ہوں درست ہے؟ کیا صورتوں کے سامنے نظر آنے کی وجہ سے نماز پر کوئی اثر تو نہیں پڑے گا؟

جواب: مسجد کی دیوار اور محراب میں اس قسم کے نقش ونگار جس سے نمازی کی یکسوئی متاثر ہوتی ہو، مسجد کی رقم سے کسی طرح جائز نہیں اور ذاتی رقم سے کرنا بھی مکروہ ہے البتہ نماز ہوجائے گی۔ (الدرالمختار:۱/۶۸۸)

سوال: امام کے سامنے یا محراب مسجد میں کسی قسم کا طغریٰ لٹکانا یا کسی طرح کی تحریر لکھنا کیسا ہے؟

جواب: ایسے طرز پر کوئی چیز لٹکانا یا لکھنا کہ نمازیوں کا دھیان منتشر ہوجائے، مکروہ ہے۔ (ردالمحتار:۱/۶۵۸)

سوال: مسجد میں کعبہ اور مسجد نبوی کا فوٹو لٹکانا کیسا ہے؟

جواب: اگر ان تصویروں سے نمازیوں کا دھیان بٹتا اور منتشر ہوتا ہو تو ان کا لٹکانا مکروہ ہے۔

سوال: تختہ سیاہ پر احادیث نبوی یا نصیحت کی باتیں لکھ کر مسلمان کی اصلاح کی غرض مسجد کے داخلی دروازہ پر لٹکانا کیسا ہے؟

جواب: مسلمانوں کی اصلاح کی غرض سے مسجد کے داخلی دروازہ پر تختہ سیاہ پر احادیث نبوی اور دیگر دینی باتیں لکھ کر لٹکانا جائز اور درست ہے۔ (فتح الباری:۲/۱۱۷)

سوال: مسجد کے اندر بنے کمرہ میں مسجد ہی کے امور اور کام کے لئے دفتر بنانا کیسا ہے؟

جواب: اگر اس کمرہ میں بنانے کے وقت سے نماز پڑھی جاتی ہے اور وہ مسجد میں داخل ہے تو اس کو دفتر بنانا یا کسی اور مصرف میں لانا درست نہیں ہے۔ (ردالمحتار:۴/۳۵۸، مجمع الانہر:۲/۵۹۵)

سوال: پرانی مسجد کا سامان اور میٹریل اپنے مکان یا مدرسہ کی بلڈنگ میں لگانا کیسا ہے؟

جواب: مسجد کے ذمہ داروں سے خرید کر اپنے مکان یا مدرسہ وغیرہ کی بلڈنگ میں لگانے میں کوئی حرج نہیں بلکہ جائز ہے۔ (فتاوی ہندیہ:۲/۴۵۹)

سوال: اگر جائے نماز پر مختلف قسم کی نقاشی ہو تو اس پر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: اگر کسی جاندار کی تصویر سجدہ کی جگہ پر نہ ہو تو نماز درست ہوگی اور اگر تصویر پاؤں رکھنے یا بیٹھنے کی جگہ پر ہو تو اس میں کوئی ضرر نہیں بلکہ بلا کراہت نماز درست ہوگی۔ درمختار میں ہے: "لایکرہ لو کانت تحت قدمیہ أو محل جلوسہ لانہا مہانۃ" (اگر تصویر قدمین کے نیچے ہو یا بیٹھنے کی جگہ ہو تو نماز مکروہ نہیں ہوگی) (الدرالمختار علی ردالمحتار:۲/۴۱۷)

سوال: بعض مسجدوں کے برآمدہ والے حصہ میں قبریں ہوتی ہیں جب نمازی زیادہ ہوجاتے ہیں بالخصوص جمعہ میں تو ایسی جگہ نماز پڑھنی پڑتی ہے جس کے سامنے قبریں ہوتی ہیں تو ایسی صورت میں نماز ہوگی یا نہیں؟

جواب: قبر کے سامنے نماز پڑھنا اس وقت مکروہ ہے جبکہ نمازی اور قبر کے سامنے کوئی چیز حائل نہ ہو اور اگر قبریں دیوار سے گھری ہوں اور نمازی اور قبر کے درمیان دیوار حائل ہو تو نماز بلا کراہت درست ہوگی۔ (فتاوی ہندیہ:۵/۳۱۹،۳۲۰)

سوال: بعض مسجدوں کی دیواروں پر بہت سے اشہارات، کلنڈر اور مختلف مضامین کے ہینڈ بل لگے ہوتے ہیں اور نگاہ دوران نماز کلنڈر وغیرہ کے مضامین پر پڑتی رہتی ہے، سوال یہ ہے کہ دیوار قبلہ میں اس طرح کے کلنڈر اور ہینڈ بل وغیرہ لٹکانا کیسا ہے؟ نمازی کی نگاہ ان پر پڑنے کی وجہ سے نماز ہوگی یا نہیں؟

جواب: مسجد کی دیوار پر اشتہار، کلنڈر اور مختلف مضامین والے کاغذات وغیرہ لٹکانا مناسب نہیں، اس سے نمازی کا دھیان بٹتا اور خشوع وخضوع میں فرق پڑتا ہے، البتہ نمازی کے ان مضامین کو دیکھ لینے اور سمجھ لینے کی وجہ سے مفتی بہ قول کے مطابق نماز فاسد نہیں ہوگی۔ (البحرالرائق:۲/۱۵)

☆☆☆☆☆

تعارف و تبصرہ

رسید کتب

م۔ح۔ح

☆نام مجلّہ: "الاخبار" (فلسطین نمبر)
مرتب: مولانا محمد ناصر اکرمی
ناشر: معہد امام حسن البناء الشہید، بھٹکل۔
شریک ترتیب وادارت: مولانا محمد انصار خطیب ندوی ومولانا عبدالحمید اطہر ندوی۔

مجلّہ "الاخبار" معہد الامام حسن البناء شہید سے ادھر تین چار برسوں سے نکل رہا ہے، اس کی جلد نمبر ۴ کا شمارہ "قضیۂ فلسطین" سے متعلق خصوصی اشاعت ہے، اس کے مضامین ومقالات میں مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی مدظلہ کا مقالہ "قضیۂ فلسطین اور عالم اسلام" نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ جس میں اعداد وشمار کے ساتھ قضیۂ فلسطین کے عالم اسلام ہی نہیں پوری دنیائے انسانیت پر مرتب اثرات کو واضح کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے کہ سامراجی طاقتوں نے جس میں برطانیہ پیش پیش تھا اور پھر امریکہ نے اپنے مفادات کے حصول کے لئے اس میں آگ لگائی جو بجھنے کا نام نہیں لیتی۔ مقالہ اب رسالہ کی شکل میں دارالرشید لکھنؤ سے "مسئلہ فلسطین، سامراج اور عالم اسلام" کے نام سے شائع ہوگیا ہے مولانا سلمان الحسینی ندوی نے بیت المقدس کو سامنے رکھ کر سازشوں کا جائزہ لیا ہے فلسطین کے لئے سب سے مخلصانہ مقاومتی "تحریک حماس" کے مقاصد واہداف پر مضمون مولانا اقبال ندوی کا ہے۔ مولانا نذرالحفیظ ندوی ازہری نے "ندوۃ العلماء کی خدمات کو فلسطین کے تناظر" میں پیش کیا ہے، جبکہ مولانا محمد الیاس ندوی نے آزادئ فلسطین کی راہ میں حائل رکاوٹوں کا ذکر اپنے مقالہ میں کیا ہے، عبدالعظیم معلم ندوی نے ان ویب سائٹس کا ذکر اپنے مقالہ میں کیا ہے جن سے فلسطینی کاز کو فائدہ پہونچتا ہے، کچھ مضامین بیت المقدس سے متعلق شخصیات کے بارے میں بھی ہیں جن شخصیات نے فلسطین اور بیت المقدس کی حمایت وپاسبانی کے لیے عملی قربانیوں، فکری کوششوں اور دوسرے وسائل سے کام لیا، بلاشبہ پہلی شخصیت حضرت عمر بن الخطابؓ کی ہے۔ برادرم سید سبحان علی اکبر ندوی بھٹکلی نے اس پر قلم اٹھایا ہے۔ رفیق محترم مولانا عبدالسبحان ناخدا ندوی نے سلطان صلاح الدین ایوبی کو موضوع بنایا ہے، مفتی امین الحسینی پر بھی ادارتی بورڈ کی طرف سے مضمون ہے، جبکہ مولانا ناصر اکرمی مرتب مجلّہ نے شیخ احمد یاسین شہیدؒ پر لکھا ہے۔ ڈاکٹر عطریف شہباز ندوی نے "یاسر عرفات اور فلسطینی جدوجہد آزادی" کا جائزہ پیش کیا ہے۔ عبدالمغنی ندوی نے ڈاکٹر عبدالعزیز رنتیسی پر اور توفیق واعی نے شیخ مشہور ضامن پر، مولانا بلال عبدالحی حسنی ندوی نے "حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اور قضیۂ فلسطین" پر مضامین لکھے ہیں، چونکہ جماعت اسلامی اور اخوان المسلمین کے پیش نظر یہ مضمون خصوصیت سے رہا ہے، اس تعلق سے بھی مضامین میں علامہ یوسف قرضاوی نے اسرائیل کو موضوع بنا کر اس مسئلہ کے لئے سب سے بڑا مجرم اس کو ثابت کیا ہے، اور عالمی طور پر اس کے بائیکاٹ کی اپیل کی ہے، ڈاکٹر اختر الواسع نے سیاسی پس منظر میں اس کا جائزہ پیش کیا ہے۔ اس طرح تقریباً ڈھائی سو صفحات کا یہ مجلّہ جو فل سائز کا ہے، نہایت وقیع اور پراز معلومات مقالات ومضامین اور منظوم جذبات پر مشتمل منظر عام پر آچکا ہے، اور ندا لگا رہا ہے کہ اگر حقائق نہیں معلوم ہیں تو ہمیں پڑھ کر ہی سہی، سچائی کی چوکھٹ پر پہونچ جاؤ، اور ہم کو ظالموں کے پنجہ سے چھڑاؤ۔

چند علمی رسائل

۱۔لباس کے احکام ومسائل
از: مولانا انیس الرحمن قاسمی
ناشر: شعبہ نشرواشاعت امارت شرعیہ، پٹنہ، بہار

۲۔زکوۃ-اسلام کا ایک اہم رکن
از: مولانا محمد اسلم جمال
ناشر: دارالاشاعت، امارت شرعیہ، پٹنہ، بہار

۳۔ادائے زکوۃ کا اسلامی طریقہ
از: مولانا ابوالکلام آزادؒ
ناشر: مکتبہ امارت شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ

۴۔ہمارے امیر (یعنی امارت شرعیہ بہار کے امرائے شریعت)
از: مولانا محمد رضوان ندوی
ناشر: شعبہ نشرواشاعت، امارت شرعیہ

۵۔امارت شرعیہ، اتحاد امت-کتاب وسنت کی روشنی میں
از: مفتی محمد سعید الرحمن قاسمی نائب مفتی امارت شرعیہ
ناشر: دارالاشاعت، امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ

۶۔ہندوستان اور مسئلہ امارت
از: حضرت مولانا عبدالصمد رحمانیؒ
ناشر: امارت شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ

۷۔مجلّہ الاخبار بھٹکل (مسلم پرسنل لاء نمبر)
مدیر: مولانا محمد ناصر اکرمی ندوی

۸۔طیبات (دوماہی)
مدیر: مولانا محمد ناصر اکرمی ندوی
ناشر: معہد امام حسن البناء شہید، بھٹکل، کرناٹک،

یہ سب علمی رسائل ومجلات اور کتابیں لائق مطالعہ وقابل استفادہ ہیں، اور صحیح مستند معلومات کا خزانہ پیش کرتی ہیں۔

☆☆☆☆☆

خبرو نظر

عالم اسلام

جاوید اختر ندوی

سعودی عرب میں ۵۳/افراد کا قبول اسلام

ایشیائی ممالک سے تعلق رکھنے والے ۵۳/افراد نے سعودی عرب کے علاقہ 'خرمہ' میں اسلام میں داخل ہونے کا اعلان کیا۔ یہ مسرت انگیز لمحہ اس وقت پیش آیا جب متعدد علماء اور داعیوں نے اسلام اور اسکی نجات دہندہ تعلیمات پر اہم محاضرات پیش کیے اور یہ بتایا کہ دنیا و آخرت کی کامیابی دین اسلام اور اس کی لافانی تعلیمات ہی میں مضمر ہے۔

ان پیش کردہ محاضرات میں دین اسلام کی عظمت کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا گیا کہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ تمام آسمانی مذاہب اور کتابیں برحق ہیں اور مسلمان ان کتابوں اور ادیان پر ایمان رکھتے ہیں؛ لیکن ان ادیان و مذاہب میں کوئی بھی اس وقت اپنی اصلی شکل میں باقی نہیں ہے سب کے اندر تبدیلی ہوگئی ہے، صرف دین اسلام ایسا مذہب ہے جس کے اندر کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اور قرآن مجید بھی اپنی اصلی شکل میں باقی ہے اور اس میں کوئی تبدیلی ہو بھی نہیں ہوسکتی ہے کیوں کہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ رب العزت نے لی ہے، اس لیے جو بھی دنیا و آخرت میں کامیابی سے ہمکنار ہونا چاہتا ہے اس کو چاہئے کہ وہ اس دین اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرے۔

تاتارستان میں پہلی بار دینی کام کرنے والوں کیلئے تنخواہیں متعین

جمہوریہ تاتارستان کی نئی حکومت نے پہلی بار ملک میں دینی کام کرنے والوں کے لیے تنخواہیں متعین کی ہے تاتارستان میں دینی امور کے ذمہ دار نے دینی اور مذہبی امور سے متعلق لوگوں کے لیے فوری طور پر تنخواہیں متعین کیے جانے کا اعلان کیا جو آٹھ تا دس ہزار ہوں گی۔

ملک کی تاریخ میں پہلی بار ائمہ، مؤذنین اور دینی امور انجام دینے والوں کو تنخواہیں دی جائیں گی، اس سے قبل یہ حضرات اعزازی طور پر بلا تنخواہ خدمات انجام دیتے تھے اور اس سلسلہ میں ان کو کوئی مالی تعاون نہیں ملتا تھا اور خالی اوقات میں دیگر تجارتی مصروفیات سے ذاتی اخراجات کا انتظام کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے ان کی زندگیاں بڑی عسرت میں گذر رہی تھیں۔

جمہوریہ تاتارستان کے نو منتخب مفتی شیخ دوس فائزوف نے کہا کہ ملک اور خاص طور پر پسماندہ علاقوں کے جملہ مساجد کے ائمہ و مؤذنین اور دینی امور سے متعلق افراد کے مالی مسائل حل کرنا ان کی اولین ذمہ داری ہے۔

انہوں نے کہا کہ ائمہ پر لازم ہے کہ وہ تمام تر توجہات تفویض کردہ دینی امور پر دیں اور مالی وسائل کے لیے زیادہ فکر و تشویش میں نہ پڑیں۔

اس وقت تاتارستان اور قازان میں متعدد ائمہ کی ضرورت ہے جو کالجز اور یونیورسٹیوں کی مساجد میں دینی خدمات انجام دیں۔ موجودہ ائمہ میں دس فیصد ایسے ہیں جو اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ جب کہ پچاس فیصد ضروری حد تک تعلیم یافتہ ہوتے ہیں، اور اکثر ائمہ کی عمریں پچاس سے ستر برس کے درمیان ہیں۔ اس سلسلہ میں مزید انہوں نے کہا کہ ایسے ائمہ تیار کرنے کی ضرورت ہے جو اچھی تقریریں اور وعظ کہہ لیتے ہوں اور دین اسلام کی خوبی و کمال کے ساتھ ترجمانی کی صلاحیت رکھتے ہوں اور اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم خود لوگوں سے مختلف مقامات پر ملیں اور انکے سامنے دین اسلام کے محاسن کو پیش کریں، اگر ان کے ذہنوں میں غلط فہمیاں ہوں تو ان کا ازالہ کریں۔

شیخ فائزوف کا کہنا ہے کہ مسجد کا کام صرف نماز تک محدود نہ ہو اور اس کو محض اسی کام کے لیے نہ رکھ چھوڑا جائے بلکہ اس کو ایک دینی اور ثقافتی مرکز بنایا جائے، جس میں ایک مکتبہ، ایک ہال ہو جس میں وقفہ وقفہ سے دینی خطابات بھی ہوں۔

شیخ فائزوف تاتارستانی مسلمانوں کے ساتویں کانفرنس میں ۱۳/اپریل ۲۰۱۱ء کو شیخ عثمان اسحاقوف کے بعد مفتی عام منتخب کیے گئے، اس تنظیم کے تحت پورے ملک میں ۱۳۳۲ ادارے کام کرتے ہیں جن میں ۱۲۰۰ مساجد ہیں، اس تنظیم نے سات متوسط درجہ کے مدارس، دو اونچے درجہ کے مدارس ایک کالج اور قازان میں ایک اسلامی یونیورسٹی بھی قائم ہے۔

ارض مقدس پر صیہونی مظالم کی داستان، دس سال میں سات ہزار فلسطینی شہید

سرزمین اسراء و معراج پر صیہونی مظالم بڑھتے جارہے ہیں، تازہ اعداد و شمار کے مطابق گزشتہ دہائی میں اسرائیلی سیکورٹی فورسز نے فلسطین میں سات ہزار سے زائد مسلمانوں کو شہید جبکہ ہزاروں بچوں سمیت ساڑھے ساتھ لاکھ بے گناہوں کو گرفتار کر کے اپنے اعمال نامے کی سیاہی میں مزید اضافہ کرلیا ہے۔

مرکزی ادارۂ شماریات فلسطین کی حالیہ رپورٹ کے مطابق ۲۹ر ستمبر ۲۰۰۰ء سے لے کر ۳۱ر دسمبر ۲۰۱۰ء تک ۷۳۴۲ فلسطینیوں کو خون

ناحق بہا کر شہید کردیا گیا ہے۔ رپورٹ کے مطابق ۲۰۰۹ء کے آخر تک ارض مقدس پر بسنے کی پاداش میں شہادت پانے والے فلسطینیوں کی تعداد ۷۲۳۵ تک پہنچ گئی تھیں، جن میں سے مغربی کنارے میں ۲۰۵۹ مرد اور خواتین افراد شہید ہوئے جبکہ ۴۶۰۱ مرد اور ۴۱۴ خواتین نے غزہ میں جام شہادت نوش کیا۔ اس طرح غزہ کے کل شہداء ۵۰۱۵ ہوئے، بقیہ ۱۴۴ فلسطینی ۱۹۴۸ء سے اسرائیلی زیر تسلط فلسطین (نام نہاد اسرائیل) یا بیرون فلسطین شہید کردیے گئے۔

رپورٹ میں بتایا گیا کہ فلسطینیوں کا خون بہانے کے حوالے سے ۲۰۰۹ء کا سال سب سے زیادہ خون آشام ثابت ہوا۔ اس سال ۲۹۱۹ میں ۱۱۰۷ افراد نے جام شہادت نوش کیا، جن میں وہ نو (۹) ترک رضا کار بھی شامل تھے جنہیں صیہونی بحریہ نے غزہ کی جانب گامزن بحری امدادی بیڑے "فریڈم فلوٹیلا" پر حملہ کر کے شہید کردیا تھا۔ رپورٹ کے مطابق اسرائیل نے ۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ کے بعد سے اب تک ساڑھے سات لاکھ سے زائد فلسطینیوں کو پابند سلاسل کیا ہے، جن میں ۱۲ ہزار خواتین اور کئی ہزار بچے بھی شامل ہیں۔ فلسطین میں اب ایسا کوئی خاندان باقی نہیں بچا جس کا کوئی فرد یا سارا خاندان ہی اسرائیلی جیلوں میں قید نہ رہ چکا ہو، بلکہ اسرائیلی جیلوں میں ۶۰۰۰ سے زائد فلسطینی انتہائی دگرگوں حالات میں زندگی گزار رہے ہیں جن میں سے ۸۲۰ قیدیوں کو ایک یا ایک سے زائد مرتبہ عمر قید کی سزا سنائی جاچکی ہے۔ ان قیدیوں میں ۳۷ خواتین اور ۲۴۵ بچے بھی شامل ہیں جو کل تعداد کا ۴۱ فیصد بنتے ہیں، ۳۶ فلسطینی دس سال سے زائد عرصہ ان عقوبت خانوں میں ہیں جن میں سے ۴۱ کو یہاں ۲۵ سال سے زائد عرصہ بیت چکا ہے۔

چوتھائی صدی صیہونی مظالم سہنے والوں میں سے چار ایران تیس سال سے زائد عرصہ سے آزاد فضاؤں میں سانس لینے کی نعمت سے محروم چلے آرہے ہیں۔ ادارۂ شمار یات کی رپورٹ کے مطابق ۲۸ر ستمبر ۲۰۰۰ کو دوسری فلسطینی تحریک انتفاضہ (انتفاضہ اقصیٰ) شروع ہونے کے بعد سے ستر ہزار فلسطینیوں کو قید کیا گیا ہے، جن میں آٹھ ہزار بچے اور ساڑھے آٹھ سو خواتین بھی شامل ہیں۔ واضح رہے کہ ان خواتین میں چار ایسی خواتین بھی شامل ہیں جو حاملہ تھیں اور انہوں نے صیہونی عقوبت خانوں میں اپنے بچوں کو جنم دیا تھا، گرفتار کیے جانے والوں میں اراکین پارلیمان اور سابقہ وزراء بھی شامل ہیں۔ اس عرصے میں ۲۰ ہزار افراد کو انتظامی قید کا حکم بھی سنایا گیا۔

یہودی مذہبی رہنما کی عیسائیوں کو آگاہی

اسرائیل کے ایک مذہبی پیشوا نے عیسائی دنیا سے عرب ممالک میں آنے والے انقلابات کے بعد خطے میں اسلامی انقلاب کی راہ روکنے کے لیے یہودیوں کے ساتھ تعاون کا مطالبہ کیا ہے، یہودی ربی کا کہنا ہے کہ مصر، لیبیا، تیونس اور دیگر عرب ملکوں میں آنے والے انقلابات 'اسلامی غلبے' کی علامت ہیں جس سے خطہ میں موجود تمام غیر مسلم اقلیتیں بالخصوص عیسائیوں اور اسرائیل کے لیے سنگین خطرات پیدا ہوگئے ہیں۔

مقبوضہ فلسطین میں ایک بڑی یہودی مذہبی درسگاہ سے وابستہ ربی اسرائیل روزن نے کہا کہ عالم عرب میں آنے والے انقلابات پوری عیسائی اور یہودی دنیا بلکہ عالمی برادری کے لیے خطرہ ہیں، ان انقلابات کے نتیجہ میں عرب ممالک میں زمام حکومت اسلامی انتہا پسندوں کے ہاتھ میں آجائے گی جس کے بعد ایک نئی جنگ شروع ہوجائے گی۔

صہیونی مذہبی رہنما کا کہنا ہے کہ میں عیسائی دنیا سے اسلامی بنیاد پرستی پر مبنی 'عظمت اسلام' کے خلاف یہودیوں کے شانہ بشانہ کھڑے ہونے اور دونوں بڑی قوموں یہودیت اور عیسائیت کو خطرات سے بچانے کے لیے آگے آنے کا مطالبہ کرتا ہوں، میں عالم مسیحیت سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اٹھے اور دنیا کو یہودیوں کے ساتھ مل کر ایک نیا نقشہ دے، کیوں کہ جو کچھ عرب ممالک بالخصوص مصر، تیونس، بحرین، لیبیا اور یمن میں ہورہا ہے یہ ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہم متحد ہوجائیں اور اسلامی قوتوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ ہر ممکن تعاون کریں۔

یہودی مذہبی رہنما نے مغرب کی جانب سے عرب ممالک میں آنے والے انقلابات کی حمایت پر اپنے 'سرپرستوں' امریکہ اور یورپ کو بھی کڑی تنقید کا نشانہ بنایا، انہوں نے کہا کہ یورپ اور مغربی دنیا کو نہیں معلوم کہ وہ مصر اور تیونس میں آنے والی تبدیلیوں کو کس نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ یہودی ربی نے کہا کہ ہمیں نہیں معلوم کہ عرب ممالک میں کیا نقشہ بن رہا ہے، جو کچھ ہورہا ہے سب غیر واضح اور غیر مبہم ہے، اور کوئی نہیں جانتا کہ یہ واقعی جمہوریت اور انسانی آزادی کی طرف سفر ہے بلکہ مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ عرب ممالک کا انقلاب اسلامی بنیاد پرستی کا انقلاب ہے، جو غیر مسلموں کے لیے ایک تاریخ رقم کررہا ہے۔

☆☆☆☆☆

روداد سفر

آخری قسط

حیدرآباد کے تین دن

محمود حسن حسنی ندوی

جلسۂ عام مسلم پرسنل لا بورڈ

۲۴ر اپریل ۲۰۱۱ء کو مغرب بعد جلسہ کا انعقاد حیدرآباد کے شایان شان دارالسلام گراؤنڈ میں منعقد ہوا جس میں ملت اسلامیہ ہند کی سرکردہ شخصیات نے خطاب کیا۔

صدر آل انڈیا ملی کونسل مولانا عبداللہ مغیثی نے حدیث پاک ''ان اللہ یبعث علیٰ رأس کل مأۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا'' حدیث تجدید دین سے تقریر کا آغاز کیا اور سنت نبوی کے نمونے پیش کرتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ارتداد کے مقابلہ کے واقعات پر روشنی ڈالی اور دین کی تجدید کا پہلا سہرا ان کے سر باندھا، اور سخت حالات میں صدیقی مظاہرے کی دعوت دی کہ جب حضرت عمرؓ نے زکوٰۃ کے مسئلہ میں نرمی برتنے کو کہا اس اندیشہ سے کہ کہیں دائرۂ ایمان میں نئے داخل ہونے والے ایمان سے پھر نہ جائیں تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا: ''أجبار فی الجاھلیۃ خوار فی الاسلام'' کہ زمانہ جاہلیت میں تم زبردست اور سخت تھے اسلام میں نرمی کیسے آگئی؟ بورڈ ایسے ہی حالات میں قائم ہوا، مسلم پرسنل لا بورڈ دین پر آنچ آنے کو کسی صورت میں برداشت نہیں کرے گا، یہ بورڈ اسلام کا محافظ ہے۔

مفتی صادق فہیم مفتی جامعہ نظامیہ حیدرآباد نے اس مسئلہ کو تشویش کے ساتھ ذکر کیا کہ ہماری بہن بیٹیاں غیر مسلموں کے ساتھ رہنے کو ترجیح دے رہی ہیں اور ایسے واقعات مسلسل سامنے آرہے ہیں، دوسرے اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ ہم دین حق سے برادران وطن کو متعارف کرائیں۔

بیرسٹر اسدالدین اویسی نے بابری مسجد کے مسئلہ کو موضوع گفتگو بنایا اور اس مسئلہ کا پورا تحلیل وتجزیہ کرتے ہوئے ہائی کورٹ کے فیصلہ کو مسلمانوں کے حق میں کھلی ناانصافی قرار دیا۔

جناب محمد ادیب (ایم۔پی) نے اپنے خطاب میں مسلمانوں کو اعلیٰ اخلاق وکردار اپنانے کی دعوت دی اور پارلیمنٹ میں مسلم مسائل سے متعلق گفتگو کی۔

مولانا جلال الدین انصر عمری نے پرسنل لا سے واقف کرایا کہ اسلام میں نکاح، میراث، مہر وغیرہ کے کیا احکام ہیں، شادی کے متعلق کہا کہ جب لڑکا یا لڑکی شادی کی عمر کو پہونچ جائے تو ان کی شادی کا انتظام کردیا جائے، وسائل ومعاش پر نظر کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر نظر رکھی جائے، ایسا نہ ہونے کی صورت میں لڑکے لڑکیاں خود اپنے رشتے تلاش کرنے لگتے ہیں اور محبت کے نتیجہ میں غیر مسلموں کے دام فریب میں آجاتے ہیں جس کے واقعات روز بروز سننے کو ملتے ہیں۔

جناب مولانا رحیم الدین انصاری نے اقبال کے اس شعر ؎

نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو
رزم ہو یا بزم ہو پاک دل وپاک باز

سے محترم صدر بورڈ کو خطاب کی دعوت دی، حضرت والا نے فرمایا کہ:

اسدالدین اویسی صاحب کی تقریر تو ایسی تھی جو انقلاب لے آئی اور سارے مجمع کا دل جیت لی اور بھی تقریریں بڑی مفید تھیں، ان سب کا حاصل یہ تھا کہ مسلمانوں کو اپنی شریعت پر عمل کرنے میں جو رکاوٹیں آرہی ہیں، وہ کیسے دور کی جائیں، بورڈ پر حیدرآباد کا بڑا حق ہے اور حیدرآباد پر بورڈ کا کہ حیدرآباد میں ہی مسلم پرسنل لا بورڈ کی تشکیل ہوئی، حقیقت یہ ہے کہ حیدرآباد نے بورڈ کا حق ادا کردیا، اس وقت مجلس عاملہ کا جلسہ جناب اسد الدین اویسی اور مولانا رحیم الدین انصاری کی کوششوں کا نتیجہ ہے، جنہوں نے جلسہ کی دعوت دی اور تھوڑے عرصہ میں اس کام کو انجام دینے کے لیے پوری توانائی لگا دی اور ایسا عظیم الشان اجلاس منعقد کیا۔

مسلمان اس ملک کے قدیم باشندے ہیں، اس ملک کا بڑا طبقہ ہزاروں سال سے یہاں آباد ہے، اسلام آیا تو انہوں نے اسلام قبول کیا، وہ اسلام کے داعی اور اس کی تعلیمات پر عمل کرتے آرہے ہیں، بہت تھوڑے ایسے ہیں جو باہر سے آئے اور یہاں کے لوگوں نے ان کا خیر مقدم

کیا، وہ آباد ہوئے اور پھر انہوں نے ملک کے ساتھ پوری وفاداری کا ثبوت دیا، اور اس کی ترقی میں پورا حصہ لیا، اس لیے اس ملک میں بڑا حق ہوگیا ہے، جو یہ کہتے ہیں کہ مسلمان سب کے سب باہر کے ہیں وہ تاریخ کو مسخ کرنے کا کام کررہے ہیں۔

ایک دوسری سازش اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یہ ہورہی ہے کہ ان کا رشتہ ان کے نبی آخر الزماں کی تعلیمات سے کاٹ دیا جائے اور قومی دھارے میں ان کو شامل کرلیا جائے، ایسے حالات میں مسلمانوں کو اپنی ذمہ داری، اپنی نسل کے دین و ایمان اور عقیدہ کی حفاظت کی ذمہ داری خود انجام دینی ہوگی، اسی کی ایک کوشش مسلم پرسنل لا بورڈ ہے، جو ارتداد کی آندھی کے نقصانات سے ملت کو بچانے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ جمہوری نظام میں کوئی ایک شخص فوری تبدیلی نہیں لاسکتا اور مسئلہ کو حل نہیں کرسکتا، عوام کی تائید کے بغیر کوئی کام نہیں ہوسکتا۔

جہاں تک شریعت کا معاملہ ہے، وہ مسلمانوں کا مذہبی دستور ہے اور مذہبی دستور کسی قوم کا بن جاتا ہے تو اس پر تنقید بھی نہیں کی جاسکتی، دوسرے مذہب کے لوگ بھی تنقید نہیں کرسکتے، ہاں یہ کہ اس دستور میں تبدیلی لے آئی جائے؛ لیکن دین اسلام میں تبدیلی بھی نہیں کی جاسکتی، کیوں کہ یہ دستور اللہ رب العزت کا بنایا ہوا دستور ہے اور وہی مالک حقیقی اور خالق کائنات ہے، ہماری شریعت اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا دستور ہے، اس کو ماننا لازمی ہے، اس میں ترمیم کیسے برداشت کی جاسکتی ہے کہ پوری کائنات کا نظام اسی کے ہاتھ میں ہے، صاف فرمادیا گیا: ﴿الا لہ الخلق والأمر﴾، ہمارا بورڈ جس میں علماء بھی ہیں، وکلاء، قانون داں، قائدین اور دینی فکر ودرد رکھنے والے حضرات بھی ہیں، وہ سب دین کی حفاظت کے لئے پوری فکر رکھتے ہیں اور ان سب کا پوری ملت ساتھ دے رہی ہے''۔

واپسی بھوپال کے راستہ ہوئی، چار گھنٹہ کے بعد دوسری ٹرین پکڑنی تھی، ڈاکٹر کلیم الرحمٰن خان ندوی، مولانا مشاق علی ندوی، مولانا سید بابر حسین ندوی، برادرم فوزان، مولوی ایوب علی ندوی جمع ہوگئے تھے اور پیر طریقت مولانا محمد سعید میاں مجددی حضرت سے ملنے خود تشریف لائے اور دیر تک بیٹھے، مولانا محمد سعید میاں دارالعلوم تاج المساجد بھوپال کے امیر ہیں، دارالعلوم کے بعض مسائل میں مشورہ بھی چاہتے تھے، انتظامی امور میں بعض تبدیلیاں کی ہیں، ڈاکٹر احسن علی خاں اب دارالعلوم کے مہتمم ہیں، دارالعلوم ندوۃ العلماء میں بعض انتظامی امور میں تبدیلی کو اہل بھوپال نے پسند کیا کہ مولانا مفتی محمد ظہور ندوی نائب مہتمم دارالعلوم سے نائب ناظم ندوۃ العلماء اور مولانا عبدالعزیز بھٹکلی ندوی معاون مہتمم دارالعلوم سے ترقی کرکے نائب مہتمم مقرر ہوئے، اللہ تعالیٰ ان سب کے لئے ان کے مناصب کو مبارک فرمائے، دین وعلم کی خدمت لے اور اس عظیم ادارہ کو ہر طرح کے شرور وفتن سے محفوظ رکھے۔ اللھم وفقنا لما تحب وترضیٰ۔

☆☆☆☆☆

ضرورت مہتمم

خواہشمند حضرات متوجہ ہوں!

سمڈیگا ضلع کے انچاس سالہ قدیم، مشہور ومعروف ادارہ مدرسہ اسلامیہ تجوید القران سمڈیگا (جھارکھنڈ) کیلئے ایک باصلاحت، تجربہ کار ومستند مہتمم کی ضرورت ہے۔ انشاء اللہ حسب لیاقت معقول تنخواہ دی جائیگی۔

لہٰذا خواہشمند حضرات سے اسناد کی نقل کے ساتھ اراکین شوریٰ مدرسہ اسلامیہ تجوید القرآن سمڈیگا کے نام درخواست مطلوب ہے۔ مزید جانکاری کیلئے ذیل کے نمبر پر رابطہ قائم کریں۔

المعلن
کارگذار مہتمم

مدرسہ اسلامیہ تجوید القرآن سمڈیگا — فون نمبر: 09934423456

برائے رابطہ نائب سرپرست

مولانا محمد عیاض صاحب القاسمی — فون نمبر: 09835542381

رابطہ کیلئے پتہ:

Madrasa Islamia Tajwidul Quran
At+P.O.Simdega Dist.SIMDEGA(Jharkhand)Pin:835223

Complet Family Footwear
Royal
King
Footcare
RED CHIP, WOODLAND, SPARX
Tel. : 0522-3067961
Mobile : 9935719012
Akbari Gate
SS Plaza, Sec-1, L.D.A. Colony, Aashiana,
Near Vishal Mega Mart, Lko.
H.I.G.-3, Sector-A, Ram Ram Bank, Aliganj
B-5, Basement, Arif Chamber-1 Aliganj
Arif Chamber-1, Kapoorthala Aliganj

CAFE FIRDOS
فردوس کیفے
Partly Air Condition
MOGHALAI & CHINESE FOOD
Tel : 23424781 - 23459921
Mumbai-400003

MAHMOOD JEWELLERS
مقبول جویلرز
Ph: 0522-4000130 (S) - 4001130

Mohd. Zubair
Mohd. Salman
0522-2618629
09415028247
09919091462
Sahara
FOOTWEAR
wholesale
35, Amethi House, Near Post Office, Aminabad, Lucknow-18

ماہ مبارک کی عبادت مبارک مبارک!
روز عید کی مسرت مبارک مبارک!
دوستوں کے طالب
پروپرائٹر: ولی اللہ
ولی اللہ جویلرس
WALIULLAH
Jewellers
ALL KINDS OF GOLD, SILVER
& DIAMOND JEWELLERY
Mob. 9415090544, 9936672278
Phone : 0522-2627446 (S)
e-mail : waliullahjewellers@gmail.com
Jutey Wali Gali, Aminabad, Lucknow

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں
ممبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے گزارش ہے کہ "تعمیر حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔
ALAUDDIN TEA
44, Haji Building S.V. Patel Road
Null Bazar, Mumbai-400003
Tele Add Cupkettle
Ph: 23460220-23468708

Contact
Mr. M. Afaq 9919035087
Mr. M. Imran 9415757256
Mr. M. Zeeshan 9044555611
Phone 0522-3058047
ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز
اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ
Shirt, Trousers, Coats, Embroidered Sherwanis, Pullowers, Jackets, Kurta-Suits, Night Suits, Gown & Ties
شادی بیاہ، تیوہار اور تقریبات کے لئے شاندار ذخیرہ، تشریف لائیں قابل بھروسہ برانڈ
menmark®
Men's Exclusive
MFG, Wholesale, Export & Retail
58, Halwasia Market, Hazratganj, Lucknow-226001

NADWATUL-ULAMA
PO. BOX 93, TAGORE MARG, LUCKNOW
226007 U. P. (INDIA)
Phone : 0522-2741231

ندوۃ العلماء
پوسٹ باکس ۹۳، ٹیگور مارگ، لکھنؤ
۲۲۶۰۰۷ یوپی (ہند)
فون نمبر : ۰۵۲۲-۲۷۴۱۲۳۱

Date _____ باسمہ تعالیٰ تاریخ _____

اہل خیر حضرات سے اپیل

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی ناظم ندوۃ العلماء کی سرپرستی میں اپنی علمی و دینی خدمت میں مصروف ہے، طالبان علوم دین کی کثرت کی وجہ سے دارالعلوم میں طلباء کی رہائش کا بڑا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے جس کی وجہ سے سال گزشتہ داخلے محدود کرنے پڑے اور جدید طلباء کی ایک بڑی تعداد مایوس ہو کر واپس ہو گئی، اس صورت حال کو دیکھ کر مجلس انتظامیہ ندوۃ العلماء نے جدید دارالاقامہ تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے بھروسہ پر یہ تعمیر شروع کرا دی گئی ہے۔

اس جدید دارالاقامہ میں جو تین منزلہ ہوگی ساٹھ کمرے اور تین ہال ہوں گے تاکہ طلباء کی رہائش کے ساتھ دیگر تعلیمی مصروفیات کی تکمیل ہو سکے۔

اس تعمیر پر مبلغ -/2,35,00000 (دو کروڑ ۳۵ لاکھ) روپئے اور ایک کمرہ پر تقریباً چار لاکھ روپئے کے خرچ کا تخمینہ ہے جو انشاء اللہ اہل خیر حضرات کے تعاون سے پورا ہوگا، ہم امید کرتے ہیں کہ آپ اس اہم ضرورت کی طرف فوری توجہ فرمائیں گے اور ندوۃ العلماء کے کارکنوں کا ہاتھ بٹائیں گے تاکہ طلباء علم دین دلجمعی کے ساتھ حاصل کر سکیں، ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا بھروسہ ہے کہ اس کی مدد سے یہ اہم کام تکمیل کو پہنچے گا،

وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔

(مولانا مفتی) محمد ظہور ندوی	(مولانا) محمد واضح رشید ندوی	(پروفیسر) اطہر حسین خالدی	(مولانا) سعید الرحمٰن اعظمی ندوی	(مولانا) محمد حمزہ حسنی ندوی
نائب ناظم ندوۃ العلماء	معتمد تعلیم ندوۃ العلماء	معتمد مال ندوۃ العلماء	مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء	ناظر عام ندوۃ العلماء

نوٹ: چک/ڈرافٹ پر صرف یہ لکھیں:

NADWATUL ULAMA

A/C NO. 10863759733 (State Bank of India Main Branch, Lucknow.)

اور اس پتہ پر ارسال کریں:

NAZIM NADWATUL ULAMA,
P.O. BOX NO. 93, TAGORE MARG,
LUCKNOW - 226007 (U.P.)

Phone : (91-522) 2741231, 2741316, 2740151, Fax : 2741221
E-mail address : nadwa@sancharnet.in/ website : www.nadwatululam.org.